جلد 17 شمارہ 9 ماہ ستمبر 2015ء ذی القعد/ذی الحج 1436ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری
0300-7374750

نائب مدیر: حافظ محمد یٰسین

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے — سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

درس حدیث: قول وفعل میں تضاد (مولانا فضل الرحیم)

﴿عَنْ عَبْدُاللّٰه بِنْ عُمر رضی اللّٰه عنه، قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰه ﷺ اربع من کن فیه کان منافقا خالصا و من کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذ اوتمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاهد غدرو اذا خاصم فجر﴾ O **(متفق علیه)**

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص میں چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور وہ چار باتیں یہ ہیں جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، عہد کرے تو اسے توڑ دے، جھگڑے تو بدزبانی کرے۔"

احکام اسلام میں قول وفعل میں مطابقت کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کی خلاف ورزی کو منافقت قرار دیا گیا اور نفاق کی نشانیوں میں شمار کیا گیا۔

منافقت، منافق یا نفاق عربی زبان کے الفاظ ہیں جو لفظ نفق سے بنے ہیں، عربی میں نفق دو منہ والی سرنگ کو کہتے ہیں، اس لئے منافقت دوغلے پن کو کہتے ہیں۔ اندر کچھ اور ظاہر میں کچھ اور، ظاہر و باطن ایک جیسے نہ ہوں تو اسے منافقت کہتے ہیں اور جس انسان کے اندر یہ انداز پایا جائے اسے دورُخا یا دوچہروں والا کہا جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق منافقت دو طرح کی ہوتی ہے ایک اعتقادی اور دوسری عملی، اعتقادی منافقت تو یہ ہے کہ کوئی انسان دل سے اسلام کی سچائی اور اس کے حق ہونے کو نہ مانتا ہو صرف زبان سے کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ ایسے لوگوں کا تذکرہ سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع میں کیا گیا۔ ان کے قول وفعل میں تضاد تھا، جب ایمان والوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لائے اور جب کفار کے پاس جاتے تو کہتے ہم تو ان کا مذاق اُڑا رہے تھے درحقیقت ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ایسے منافق حقیقت میں کافر سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔

دوسرے قسم کے عملی منافق ہیں جو دل سے اسلام کی سچائی اور اس کے حق ہونے کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اپنی انسانی کمزوریوں کی وجہ سے احکامات اسلام پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ ایسے

منافق کی اصلاح، تربیت کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

نفاق اور منافقت کو کیسے پہچانا جائے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے منافق کی چار نشانیاں بتائی ہیں اور فرمایا کہ اگر کسی شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک نشانی بھی پائی جائے تو اس کے اندر نفاق کی علامت پائی گئی۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسکی خلاف ورزی کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب جھگڑے تو بد زبانی کرے، گالیاں بکے۔ان سب چیزوں میں بنیادی چیز قول وفعل میں تضاد ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورۃ صف کی دوسری اور تیسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اے اہلِ ایمان !ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات انتہائی ناپسندیدہ ہے کہ ایسی بات کہو جس پر عمل نہ کرو۔ "

جو کام تم نے نہیں کرنا تو پھر اس کا دعویٰ کیوں کرتے ہو۔انسان کسی کام کرنے کا دعویٰ کرتا ہے دل میں کام کرنے کا عزم بھی ہوتا ہے لیکن وہ کام کسی وجہ سے نہیں ہوتا تو پھر بھی انسان قول وفعل میں تضاد کا مرتکب ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ اگر دل میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ پختہ ہو پھر بھی نفس یعنی اپنی ذات پر اعتماد نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ انْ شاء اللّٰہ میں یہ کام کروں گا یعنی اگر اللہ نے چاہا۔

قول وفعل میں تضاد کا ایک پہلو تو دعویٰ کا ہے اور دوسرا پہلو دعوت کا یعنی کوئی شخص دعوت وتبلیغ کا کام کرتا ہے وعظ ونصیحت کرتا ہے لوگوں کو بھلائی کا کام کرنے کی دعوت دیتا ہے لیکن خود نہیں کرتا یہ نفاق کی نشانیوں میں شمار نہیں بلکہ عملی کمزوریوں میں شمار کی جاتی ہے۔جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا: اتـا مرون النـاس بـا لبـر و تنسـون انفسـكـم : تم لوگوں کو تو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، دعوت وتبلیغ کے کام میں یہ بہت بڑی کمزوری شمار ہوتی ہے اور اس کا منفی اثر یہ ہوتا ہے کہ دعوت کا صحیح اثر نہیں ہوتا۔ منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہونگے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے بری حالت دو چہروں والوں یعنی منافقین کی ہوگی، معاشرتی نقصانات میں سب سے بڑا نقصان قول وفعل میں تضاد رکھنے والے کو یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص لوگوں کی نظروں میں گرجاتا ہے اور اس کی وقعت ختم ہوجاتی ہے۔اس کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔لوگ اعتماد نہیں کرتے۔قول وفعل میں مطابقت کی بہت فکر کرنی چاہیے تاکہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوسکے اور معاشرے کے افراد کا باہمی اعتماد حاصل رہے۔

حج

(خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ)

اسلامی عبادات میں حج بھی ایک بے مثال اور مفید ترین عبادت ہے۔ حج صرف اس کا نام نہیں کہ مکہ معظّمہ پہنچے طواف کیا اور دوسرے مناسک حج ادا کر کے جیسے کورے گئے تھے ویسے ہی واپس چلے آئے اور سمجھ لیا کہ ہمارے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور جنت کا پروانہ مل گیا، بلکہ حج سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ حج میں سفر کرنا پڑتا ہے اور سفر سے حوصلہ، عقل اور تجربہ بڑھتا ہے، جھجک دور ہوتی ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ سفر میں جو صعوبتیں اور تکالیف پیش آتی ہیں ان کو ایک فریضہ مذہبی کی ادائیگی کے خیال سے بخوشی برداشت کرنا پڑتا ہے، جس سے تکلیفیں اٹھانے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور قوت برداشت بڑھتی ہے۔

۳۔ چونکہ اکثر اوقات آدمی اکیلا ہی جاتا ہے اور ہر کام کے لئے خود اپنے ہی اوپر بھروسہ کرنا پڑتا ہے، اس سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے جو اعلیٰ کردار انسانی پیدا کرنے کے لئے بہت ہی ضروری صفت ہے۔

۴۔ سستی اور کاہلی رفع ہوتی ہے اور قوت عمل پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ انسان جب حج کو جانے کا ارادہ کرتا ہے تو حضور رسالتمآب ﷺ کے روضہ پر حاضری کی تمنا بھی ضرور ہوتی ہے، اس لئے وہ تمام گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور پاک صاف دل لے کر جاتا ہے۔ ان میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جو عمر بھر اس توبہ پر قائم رہتے ہیں اور نیک مرتے ہیں، یہ بہت بڑی بات ہے۔

۶۔ چونکہ دوران سفر میں دل نیکی اور محبت کے جذبات سے معمور ہوتا ہے، ہر آدمی

دوسرے ہمراہیوں کی مدد کرتا ہے جس کی وجہ سے ہمدردی اور خدمت کا جذبہ ترقی پاتا ہے۔

۷۔ حج نیکی اور بدی کی کسوٹی ہے۔ جو لوگ محض دنیا کے دکھاوے کے لئے حج کرتے ہیں یا اپنی بدیوں کو حج کے مقدس پردے میں چھپانا چاہتے ہیں وہ واپس آ کر پہلے سے بھی زیادہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو لوگ سچ مچ نیک ہوتے ہیں واپس آنے کے بعد سب پر ان کی نیکیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

۸۔ حاجی مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں پرانے اماکن مقدسہ اور تاریخی مقامات کو دیکھتا اور قبور صحابہؓ وغیرہ کی زیارت کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے ابتدائی تاریخ اسلام کی واقفیت پیدا ہوتی ہے اور دل میں ترقی ملت کا جذبہ اور جوش پیدا ہوتا ہے اور اگر دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ جوش و جذبہ مستقل ہو جاتا ہے۔

۹۔ حاجی حضور سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر بھی حاضر ہوتا ہے اور آپ کی سچی محبت اور فیض روحانی سے مالا مال ہو کر واپس آتا ہے۔ اس نعمت کا مقابلہ اور کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

۱۰۔ کعبۃ اللّٰہ تمام ملت اسلامیہ کا مرکز ہے۔ شمال جنوب، مشرق مغرب ہر طرف کے مسلمان اسی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کعبہ کی جو عظمت و بزرگی مسلمانوں کے دل میں ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں، وہ امیر ہوں یا غریب، نیک اور پارسا ہوں یا گنہگار اور فاسق و فاجر، کعبہ کی حفاظت و دفاع کے لئے بے تامل اپنا جان و مال اور آل و اولاد قربان کر سکتے ہیں۔ اسی کعبہ کے طواف کو ہر سال ہزارہا مسلمان اطراف عالم سے اکٹھے ہوتے ہیں، اگر ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنما تھوڑے سے خلوص اور محنت سے کام کریں تو یہاں ایک ایسا مرکز قائم ہو سکتا ہے جس سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں ارتباط و تعلق پیدا کر کے ان کی عالمگیر تنظیم کی جا سکتی ہے۔ یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ایک دن ہو گا اور ہو کر رہے گا، دیکھنا صرف یہ ہے کہ یہ سعادت کس کی قسمت میں لکھی ہے۔

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ باباجان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سیّد رحمت اللہ شاہ)

ایک بھائی نے کہا کہ میں ایک حدیث قدسی پڑھ رہا تھا جس میں آیت فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُم کے بارے میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت جبرائیلؑ آئے، انہوں نے فرمایا کہ اس اُمت کی امتیازی خصوصیات کی ایک بات ہے۔ حضورﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ آیت جو اس اُمت کیلئے ہے اس سے پہلے یہ فضیلت کسی اُمت کو نہیں دی گئی کہ "تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا"۔

باباجان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ بندے کو یاد کرے۔ اللہ تعالیٰ تو ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں۔ کہتے ہیں کہ ساری زمین ایسے ہے جیسے سمندر کے کنارے ریت پڑی ہے اس میں ایک ذرہ ہو۔ پوری کائنات میں زمین کی یہ حیثیت ہے۔ اس زمین پر ہم انسان بستے ہیں پھر ایک انسان کی کیا قیمت یا Value ہے۔ اس انسان کو اللہ ربّ العالمین یاد کرے! محبت کرے! بلکہ اس سے زیادہ محبت کرے جتنی محبت سے ہم اسے یاد کرتے ہیں۔ یہ حدیث قدسی ہے کہ بندہ ایک دفعہ یاد کرتا ہے تو اللہ دس دفعہ یاد کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس اللہ کی محبت زیادہ ہے، جو اس کو زیادہ یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے زیادہ یاد کرتا ہے۔ اس سے زیادہ پیار ہوتا ہے۔ اللہ کو بندے سے اتنی محبت ہے اور حضورﷺ کی اُمت پر یہ خاص کرم بھی ہے۔ یہ ذکر والی بات کہ فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُم کہ تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا، تمہیں یاد کروں گا۔ تم نام لوگے تو میری نگاہِ کرم تمہاری طرف فوراً ہو جائے گی۔ دنیا میں بھی یہ اصول ہے کہ جس کا نام لیں وہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ اتنے بندے یہاں بیٹھے ہیں، جس کا

نام پکاریں گے وہ متوجہ ہو جائے گا۔کسی کی توجہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کا نام پکارو۔ یہی کہا گیا ہے کہ فَاذْکُرِ اسمَ رَبِّکَ۔اپنے ربّ کا نام لو گے تو اس کی توجہ حاصل ہو گی۔ یہ Response کرنے والی بات خاص ہے۔

بندہ ہزاروں درخواستیں لکھتا ہے۔لوگ لوگوں کو خط لکھتے رہتے ہیں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔آپ خط لکھیں اور جواب آئے تو خوشی ہوتی ہے۔اگر دنیوی حاکم کا بھی جواب آ جائے تو بندہ سب کو دکھاتا پھرتا ہے کہ مجھے ضیاء الحق نے جواب لکھا ہے، مجھے زرداری کا خط آیا ہے۔ میں نے اسے خط لکھا ہے۔چھوٹی ہستی کو یاد کرنا بذات خود بہت بڑا انعام ہے۔یہ بہت بڑا انعام ہے کہ چھوٹی ہستی بڑی ہستی کو پکارے اور وہ بڑی ہستی اس سے زیادہ محبت سے جواب دے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایسا محبوب نہیں ہوں کہ آپ مجھے پکارتے رہیں اور میں جواب نہ دوں۔اللہ خود اس کو Response کرتا ہے۔یہ حضورﷺ کی امت کا خاص اعزاز ہے۔بتایا گیا ہے کہ یہ بہت بڑا انعام ہے۔فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُم والی بات پر اگر بندہ سوچے اور غور کرے تو یہ بہت بڑا انعام ہے کہ اللہ خود بندے کو یاد کرے،اس کی طرف اللہ کی نظر التفات ہو،اللہ کے رحم و کرم کی بارش اس پر ہونے لگے۔صرف پڑھنے والی بات تو نہیں ہے کہ جیسے ہم پڑھتے ہیں۔ خدا کی توجہ ہونا اور یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انعام واکرام کی بارش انسان پر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔یہ واقعی درست ہے۔یہ خاص ہے کہ مجھے یاد کرو گے تو میں فوری Response دوں گا۔ یہ بہت خاص ہے اسی لئے اس کے ساتھ شکر والی بات بھی آئی ہے۔فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُم وَاشْکُرُولِی کہ شکر کرو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔اسی لئے کہا کہ وَاشْکُرُولِی وَلاَ تَکْفُرُونَ۔ (سورۃ بقرہ ۲۔آیت ۱۵۲)۔خدا نے ایک بے مثال نعمت دی ہے اور اس کے شکر کو قبول کر جانا،اس کا ذکر نہ کرنا تو یہ کفر اور شکر کا مقابلہ کرنے والی بات ہے۔شکر کے مقابلے میں کفر ہے۔

مَّا یَفعَلُ اللّٰهُ بِعَذَا بِکُم اِ ن شَکَرتُم وَءَ ا مَنتُم وَ کَانَ اللّٰهُ شَا کِرًا عَلِیمًا۔

(سورۃ النساء ۴۔آیت ۱۴۷)

''اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔''

شکر کا راستہ ہی ایمان کا راستہ ہے۔ شکر ایمان کی بنیاد ہے۔ شکر ہی سے ایمان کا راستہ ملتا ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کا احساس کرو گے تو اللہ پر تمہارا ایمان مستحکم ہوگا۔ اصل ایمان وہی ہے جس میں شکر ہے۔ شیطان نے بھی جب کہا تھا کہ اللہ مجھے زندگی دے اور دیکھ کہ میں تیرے بندوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ میں آپ کے صراط مستقیم پر ناکہ لگاؤں گا، میں تیرے صراط مستقیم پر بیٹھوں گا، ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے ان پر حملہ کروں گا، اور تیرے شکر گزار بندے کم ہی رہ جائیں گے۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ

(الاعراف 17-16)

''اس (شیطان) نے کہا کہ بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپ کی سیدھی راہ پر (گھات لگا کر) بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔''

شیطان کا حملہ یہی ہے کہ وہ شکر کی راہ سے ہٹائے گا، اللہ کی جو نعمتیں ہیں جو اس نے دی ہیں، ان کا شکر ہی ادا نہ کریں گے۔ کم سوچیں گے کہ اللہ نے کیا کیا نعمتیں دے رکھی ہیں۔ جب شکر نہیں ہوگا تو بندگی کیسی ہوگی؟ منہ سے کہہ دینا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ شکر نہیں ہے۔ شکر یہ ہے کہ انسان کا دل شکر سے معمور ہو۔

جنہاں قدر نہ میرا، تے مرے صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا، تے محل چڑھایا سائیاں

اللہ نے ہی یہ مرتبہ دیا ہے، اس مقام تک پہنچایا ہے کہ فرشتوں سے کہا کہ کرو سجدہ۔ محل سائیاں نے چڑھایا۔ مٹی کو نہیں کہا کہ سجدہ کرو، بلکہ یہ کہا کہ جب اپنی روح پھونک چکوں تو سجدہ کرو۔

اِذقَالَ رَبُّکَ لِلمَلٰئِکَۃِ اِنِّی خَالِقٌ م بَشَرًا مِّن طِینٍ. فَاِذَا سَوَّیتُہٗ وَ نَفَختُ فِیہِ مِن رُّوحِی فَقَعُوا لَہٗ سٰجِدِینَ. (سورۃ ص ۳۸۔آیت۷۲-۷۱)

’’جبکہ آپ کے ربّ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنا چاہتا ہوں، سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔‘‘

پہلے اللہ نے فرمایا کہ میں پیدا کرنے والا ہوں۔ سجدے کا حکم نہیں دیا۔ پھر کہا کہ **فَاِذَا سَوَّیتُہٗ** اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں ۔اس وقت بھی نہیں کہا کہ سجدہ کرنا۔ **وَ نَفَختُ فِیہِ مِن رُّوحِی فَقَعُوا لَہٗ سٰجِدِینَ.** جب اس میں اپنی روح پھونک دوں تو پھر سجدہ کرنا۔ تب ہی وہ اس قابل ہوجائے گا اللہ کے کرم سے، اس کے فضل و رحمت سے۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ **فَجَعَلنٰہُ سَمِیعًام بَصِیرًا.** اور اس کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ اللہ کا فیض آیا تو یہ سمیع و بصیر ہوا۔ یہ تو اللہ کی صفات ہیں۔ اسے سمیع و بصیر بنایا۔ یہ فیضانِ الٰہی سے ہی بنا۔ فیضانِ الٰہی سے ہی اسے تمام چیزوں کا علم حاصل ہوا۔ فرشتوں سے کہا کہ بتاؤ ان کے نام، وہ جو کہتے تھے کہ یہ زمین میں فساد کرے گا، خونریزی کرے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ بتاؤ ان کے نام کیا ہیں۔ فرشتوں نے تو یہی کہا کہ **سُبحٰنَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ.** (سورۃ بقرۃ ۲۔ آیت ۳۲)

’’تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے۔ پورے علم و حکمت والا تو تو ہی ہے۔‘‘

انہوں نے تو بتا دیا کہ ہمیں اتنی چیزوں کے نام نہیں آتے۔ آدمؑ سے کہا کہ تم بتاؤ ان

کے نام کیا ہیں؟ آدمؑ نے سب نام بتا دیے کہ یہ ہیں۔نام صفات کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کی صفات کیا ہیں؟ ہم بھی نام صفات کے ساتھ رکھتے ہیں۔ پلیٹ کا مطلب یہی ہے کہ یہ کپ کے نیچے رکھنے کیلئے یا کسی چیز کے نیچے رکھنے کیلئے ہے۔اسی طرح مگ ہے، جگ ہے، بائی سائیکل ہے، دو پہیوں والی جسے دو پہیے لگے ہیں۔ٹرائی سائیکل ہے تین پہیوں والی۔موٹر سائیکل ہے تو یہ سائیکل ہے جسے موٹر لگی ہوئی ہے اسے چلانے کیلئے۔سب نام صفات کے مطابق رکھے جاتے ہیں جیسے دوربین ہے یعنی دور سے دیکھنے والی، ٹیلی ویژن ہے تو ٹیلی کا مطلب فاصلہ اور ویژن کا مطلب ہے دیکھنا جیسے دوردرشن۔دور اور درشن، دور سے نظارے دکھانے والی چیز جو ہے اس کا نام دوردرشن ہے۔اسی طرح تمام چیزوں کے نام ان کی صفات کے مطابق رکھتے ہیں۔فرمایا کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّھَا. (سورۃ بقرہ۔آیت ۳۱) ''اور آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔'' ایک دو کے نہیں، تمام چیزوں کے نام سکھائے اللہ نے آدم کو۔

جب انسان دنیا میں آیا تو یہاں پہاڑ، دریا، جنگل، جنگل کے لاکھوں کروڑوں جانور سارے موجود تھے۔ان میں سے کسی کا نام نہیں تھا۔سارے بغیر Label کے تھے۔یہ بندہ آئے گا تو ان کے لیبل بنائے گا۔ہاتھی، گھوڑے کو نام دے گا۔یہ سب پہلے بے نام تھے۔جو نام جانتا تھا ، اس نے انہیں نام دیے۔انسان کو اس کا علم دیا گیا تھا۔ان سب چیزوں کے نام جو رکھے گئے وہ ایسے ہی نہیں رکھے گئے۔ان سب کی کوئی معنویت ہے۔ان کے نام ان کی صفات پر رکھے گئے۔ ہر چیز کو نام دیے۔پودوں کو، درختوں کو، جانوروں کو۔ان کے علاوہ جو بھی نئی چیز ہوتی ہے، یہ اس کا بھی نام رکھ لیتا ہے۔یہ خدا نے اسے سکھایا ہے۔جہاں تک یہ نسل انسانی جائے گی، جو نئی نئی چیزیں بنتی جائیں گی یہ انسان اس کو نام دیتا جائے گا۔انسان ہر چیز کی صفات سے آگاہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے صرف نام نہیں بلکہ ان کی صفات تک بتا دیں کہ کون سی چیز کس کام کی ہے۔اس کا استعمال کیا ہے۔اس وقت بھی جو چیزیں موجود تھیں یا روحانی طور پر موجود تھیں اور مادی طور پر بعد میں آئیں، ان سب کا علم انسان کو دیا گیا۔

فرشتوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی کام کرتے ہیں۔ جو قیام میں ہے تو وہ قیام میں ہی رہتا ہے، جو سجدہ میں ہیں وہ سجدہ میں ہی رہتے ہیں، جو وحی لاتا ہے وہ وحی والے کام کرتا ہے۔ وحی لانے کی جبرائیلؑ کی ڈیوٹی ہے۔ جو فرشتے پتھروں کو توڑتے ہیں وہ اسی کام پر ہیں۔ جو ہوائیں اِدھر اُدھر چلاتے ہیں وہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی کام نہیں جانتے۔ انسان کو کافی اختیار دیا ہے۔ سارے فرشتے جو مختلف کام کرتے ہیں، اکیلا انسان وہ سارے کام کرسکتا ہے۔ فرشتوں کی نماز بھی، کوئی رکوع میں ہے تو کوئی سجود و قیام میں، مگر انسان قیام، رکوع، اور سجود سب کرتا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ یہ رکوع بھی مجھے دیا گیا ہے۔ کسی نبی کی عبادت میں یہ رکوع نہیں ہے۔ سجدے کرتے ہیں، قیام کرتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، لیکن رکوع کسی کے پاس نہیں ہے۔ نہ یہود میں ہے اور نہ ہی عیسائیوں میں ہے۔ رکوع صرف آپﷺ کو دیا گیا۔ نماز بھی اُمت محمدیﷺ پر آ کر مکمل ہوئی۔ یہ کہہ دیا گیا کہ دین کی تکمیل ہوگئی اور نعمتیں بھی کمال کو پہنچ گئیں۔

اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم۔

کوئی نعمت باہر نہیں رہی اور جو آگئی وہ مکمل ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ نعمت آتو گئی مگر ابھی آدھی ہے۔ اسلام سے باہر دیکھنا اور سوچنا بھی کفر ہے۔ کوئی کہے کہ اس کے پاس اچھا علم ہے، یہ زیادہ قابل ہے، یہ کہنا اور سوچنا بھی کفر ہے۔ نبی آتے رہے مگر آپﷺ کے بعد اب کسی نے نہیں آنا۔ نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔ یہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کسی سے یہ کہنا کہ تمہاری نبوت کا کیا ثبوت ہے تو یہ بھی کفر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں شک ہے کہ شاید اس کی نبوت درست ہو۔ یہ نبی بن جائے۔ یہ پوچھنا بھی دوسری طرف لے جاتا ہے۔ اس سے خاتم نبوت پر حرف آتا ہے۔ صرف اسی بات سے کہ آپ پوچھیں کہ کسی کی نبوت کا کیا ثبوت ہے۔ ساری چیزیں کمال کو پہنچ چکی ہیں۔ اب روحانیت کیلئے جو دوسرے طریقے بنا لئے گئے ہیں یہ درست نہیں ہیں۔ سارا کمال ہی رسول اللہﷺ کے طریقہ پر ہے۔

پاکستان بننے سے پہلے ایک دین دار تحریک تھی۔ ان کا کبھی کبھی اب بھی ذکر آجاتا ہے۔

ان کے ایک روحانی بزرگ تھے جن کی بہت سی کرامات اور کشف والی باتیں تھیں۔انہوں نے کافی مرید کیے۔اب بزرگ کا ایک خلیفہ ہمارے گاؤں بھی آیا۔یہاں ایک ہی مسجد ہوتی تھی،اس نے وہاں جمعہ پڑھایا۔بڑی اچھی آواز تھی۔ان کے پاس رونق بڑھنے لگی۔باہر سے بھی لوگ آنے لگے۔سارادن وہ وہاں ڈیرے پر بیٹھے رہتے۔ان کے پاس ہندو بھی آتے،سکھ بھی آتے۔وہ کہتے کہ میں سکھوں کا گرو بن گیا ہوں،مسلمانوں کا میں پیر بن گیا ہوں،اور ہندوؤں کا میں یہ بن گیا ہوں۔سب کو ہی وہ اپنے پاس بٹھالیتے تھے کہ بیٹھ جاؤ۔گاؤں والے بھی یہاں آتے تھے۔انہوں نے یہ کیا کہ لوگ مسجد میں پورے نہیں آتے تو محفل باہر کر لیتے ہیں۔باہر اوپن جگہ ہمارے گھر کے پیچھے ہی تھی۔اس جگہ خاصا میلہ لگ گیا۔ایک سٹیج بنایا گیا،گارڈر کھے گئے۔

ان بزرگ کے بارے میں ہے کہ وہ کہتے کہ یہ جو سجدہ کرتے ہیں،یہ اللہ کے حبیب کے نام کے الفاظ بنتے ہیں۔حضورﷺ کے نام کے الفاظ۔اللہ کو یہ پسند ہے۔جب بندہ کھڑا ہوتا ہے تو ''الف'' کی صورت ہے۔جب رکوع کرتا ہے تو یہ''ح'' ہے۔جب سجدے میں ہوتا ہے تو یہ''م''بنتا ہے۔اور جب تشہد میں بیٹھتے ہیں تو یہ''د''بنتا ہے۔یعنی''احمد''۔یہ حضورﷺ کا نام بنتا ہے۔وہ کہتے کہ یہ اللہ کو پسند ہے۔یہ بزرگ بڑے اونچے اونچے نام لیتا۔''احمد''''احمد''۔

اس بزرگ کے پاس ہندو آتے تو ان سے کہتا کہ جب تم صبح عبادت کیلئے جاتے ہو تو عبادت سے پہلے شنان کرتے ہو۔شنان کرتے وقت جب پانی پھینکتے ہو تو کہتے ہو کہ''ہا''،''ہو''، ''ہے''۔یہ بزرگ ان ہندوؤں سے پوچھتے کہ بتاؤ یہ کس زبان کا لفظ ہے؟اس کے کیا معنی ہیں؟تم سب یہ پڑھتے ہو اور جب تک یہ نہ پڑھو تو تمہارا جسم پاک نہیں ہوتا۔ ''ہا''،''ہو''، ''ہے'' کے بارے میں کہتے کہ بتاؤ یہ کیا ہے؟اپنے پنڈت سے بھی پوچھو کہ یہ کون سی زبان کے لفظ ہیں اور آپ کیوں پڑھتے ہیں؟اس کے بعد وہ بزرگ کہتے کہ میں بتاتا ہوں۔یہ فقیر آپ کو بتائے گا کہ یہ کیا ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟

بزرگ نے کہا کہ ہم بھی پڑھتے ہیں ''ہا''،''ہو''،''ہے''۔اس کے بغیر ہم بھی سمجھتے ہیں کہ

بندہ پاک نہیں ہوتا۔تمہارے گرو نے بھی یہی بتایا ہے اور ہمارے گرو نے بھی یہی بتایا ہے۔ ہمارے گرو نے بھی یہی بتایا ہے کہ جب تک ''ا''،''ہو''،''ہے''نہیں پڑھو گے تب تک تم پاک نہیں ہو گے۔ہم بھی یہی پڑھتے ہیں۔پھر یہ بزرگ کہنے لگے کہ کلمہ پڑھو۔ ''لَا اِلـــــــہَ''، ''اِلَّا اللّٰہُ''، ''مُحَمَّدٌالرَّسُول ُاللّٰہِ''۔ یہ وہی''ا''،''ہو''،''ہے''ہے۔ذرا سٹائل سے پڑھتے اور کلمہ طیبہ کے تینوں حصوں کے آخر میں آنے والے زبر، پیش، اور زیر کو واضح کرتے۔ بزرگ ہندوؤں سے کہتے کہ تمہارے گرو تمہیں کلمہ پڑھا گئے تھے کہ یہ کلمہ آئے گا تم اس کا کوڈ پڑھ لو ابھی۔یہ کلمہ آنا ہے پھر بھی جب ''ا''،''ہو''،''ہے'' کہو گے تو تم پاک ہو گے۔ہم بھی یہی پڑھ کے پاک ہوتے ہیں جب تک تم نہیں پڑھو گے پاک نہیں ہو گے۔

ململ نہاتی تے ململ دُھوتی ،بارھوں ہوگئی کندن موتی

وچوں رہی سیاہی تیرے نام بناں، کملی رہی میں تیرے نام بناں

ہماری مسجد بن رہی تھی تو وہاں محراب بنا رہے تھے۔مولوی صاحب وہاں بھول گئے کہ کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ کے آخر میں زبر ہے یا زیر ہے؟ لَا اِلـٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ۔ ہمارا ایک مرید وہاں کھڑا تھا۔اس نے کہا کہ ہمیں ہمارے باباجی نے سنایا ہے کہ یہاں ایک سٹیج بنا تھا اور ایک بزرگ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا کرتے تھے کہ''ا''،''ہو''،''ہے''۔اس لئے یہاں کلمہ میں'پیش' آئے گا۔ یہ بزرگ اپنے پاس آنے والے ہندوؤں کو بتایا کرتے تھے کہ نبی پاک ﷺ کے بارے میں تمہارے بڑوں نے لکھا ہے کہ یہ سال ہوگا جس میں وہ نبی ﷺ پیدا ہوں گے،وہ ایسی زمین میں پیدا ہوں گے جس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ان کو سفید گھوڑا ملے گا جس پر بیٹھ کر وہ آسمانوں کی سیر کریں گے۔دس ہزار کا لشکر لے کر اپنے شہر پر واپس آ کر حملہ کریں گے اور اس کو فتح کرلیں گے۔

اس طرح کا ایک مضمون دو سال پہلے کے اخبار نوائے وقت میں بھی چھپا تھا۔اس مضمون کو ہم نے اپنے مجلّہ میں بھی شائع کیا تھا۔یہ مضمون ایک پنڈت نے لکھا تھا جو الہ آباد یونیورسٹی سے تھا،یہ اس برہمن کی تحریر تھی۔اس نے لکھا کہ ہماری وید میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ ایک

نبی آئے گا اور یہ اس کی نشانیاں تھیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے والد کا نام 'رام داس' ہوگا۔ وہ بزرگ بھی ہندوؤں سے کہتے تھے کہ ہاں ان کے والد کا نام 'رام داس' ہی ہے۔ عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ اور رام داس یعنی رام کا بندہ۔ داس کا مطلب ہے نوکر یا غلام۔ تم عربی میں نہیں کہتے ہو اور یہ عربی میں ہے۔ رام داس اور عبداللہ۔ ہندو کہتے ہیں کہ آنے والے اس نبی کی ماں کا نام بھی کچھ ایسا ہی تھا 'امن و امان والی'۔ یہ بزرگ انہیں کہتے تھے کہ یہ آمنہ ہی ہے ان کا نام۔ نام بھی سارے وہی ہیں، جگہ بھی وہی ہے غیر آباد۔ وہ سفید گھوڑے والا معاملہ بھی سب مسلمان جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معراج پر گئے۔ ان کو گھوڑا ملا اور انہوں نے آسمانوں کی سیر کی۔ یہ سب وہی ہے۔ تم کہتے ہو کہ وہ نبی 'کلغی اوتار' ہوگا۔ وہ ساری دنیا کیلئے بن کر آئے گا۔ باقی تو اپنے اپنے Area کیلئے آتے تھے مگر وہ کلغی اوتار یعنی سب کیلئے ہوگا۔ اپنے مضمون میں اس برہمن پروفیسر نے بھی لکھا ہے کہ وہ نبی تلوار کا دھنی ہوگا۔ یہ بزرگ اس کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ بے وقوف ہیں؟ وہ تلوار کا دور تو گزر گیا ہے۔ اب تو یہ بندوقوں کا دور بھی گزر گیا ہے۔ اب تو سب میزائلوں پر آ گئے ہیں۔ وہ تلوار کا دھنی تو تلوار کے دور میں ہی آیا تھا۔ وہ نبی جن کی تم بات کرتے ہو کہ آئے گا وہ یہی ہیں رسول اللہ ﷺ جو مسلمانوں کے نبی ہیں، سب کچھ انہی کے بارے میں ہے۔ برہمن پروفیسر نے انہیں باتوں پر جو مضمون لکھا اس نے پانچ سات پنڈتوں سے اس مضمون کی تصدیق کرائی کہ یہ جو لکھا گیا ہے؟ اس میں کوئی بات Change تو نہیں ہوگئی۔ سب کی تصدیق کے بعد اسے پروفیسر کی طرف سے شائع کیا گیا۔ یہ مضمون نوائے وقت میں بھی آیا تھا۔ نوائے وقت میں اس کی خبریں بھی آتی رہیں۔ اس پر ایک کتاب بھی ہے کہ ایسی قوم جس کا نبی گم ہو گیا ہے اس کا عنوان ہے 'اگر اب بھی نہ جاگے تو'۔ ہندوستان کے ہی ایک بزرگ نے اپنے مریدوں کو ہندو بنایا جو ویدوں سے یہ کتاب پڑھ کر آتے تھے۔ ویدوں کے پاس موجود کتب میں حضور ﷺ کا نام چالیس چالیس دفعہ لکھا ہوا ہے اور ساری علامات بھی درست ہیں۔ ان میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ کی کوئی شکل و صورت نہیں۔ وہ پروفیسر پنڈت ہی رہا مسلمان نہیں ہوا ورنہ اسے مار ہی ڈالتے۔

ہمارے گاؤں میں آنے والا پیر ایسی بھی پیشین گوئیاں کر کے گیا کہ پاکستان بن جائے گا۔ یہ علاقہ ہندوؤں کو چھوڑ کر جانا پڑے گا۔ یہ سب باتیں وہ ۱۹۴۷ سے پہلے ہی کر گئے اور پاکستان بننے کے بعد میں بھی یہ ہمارے گاؤں آئے ۔وہ کہتے رہے کہ میں کہہ کے گیا تھا کہ ہندو سارے چلے جائیں گے تو دیکھ لو وہ سب چلے گئے ۔اس بزرگ نے گاندھی کے بارے میں بھی کہا کہ اسے کوئی اس کی قوم سے ہی مارے گا ۔یہ گاندھی ۱۹۴۸ میں ہی مر جانا ہے ۔اسے گولی ماری جائے گی۔ قرآن پاک میں ایک عورت کی مثال آئی ہے کہ اس عورت کی طرح نہ بنو جس نے اپنا سوت کاتا اور اسے توڑ دیا۔گاندھی نے بھی چرخے کی طرح تحریک چلائی تھی کہ ملائشی مال کا بائیکاٹ کرو، اپنا سوتر بناؤ اور اپنے کپڑے پہنو لیکن اس کی قوم اس کا سوتر توڑ دے گی اور اسے مار دے گی۔ اس آیت کے الفاظ ابجد ۱۹۴۸ بنتے ہیں۔گاندھی نے ۱۹۴۸ میں ہی مرنا ہے۔گاندھی ۱۹۴۸ میں ہی مر گیا' ناتھورام گوڈسے' نامی ہندو نے اسے گولی ماری۔مصر کی جنگ کے بارے میں بھی اس بزرگ نے کہا تھا کہ وہ ہو گی۔اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں کیں۔ ہمارے گاؤں سے یہ بزرگ کہیں بورے والہ، عارف والہ، اور پاکپتن کے علاقوں میں سے کہیں آ گئے ۔انڈیا میں جوان کے بڑے بزرگ تھے انہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔یہ بزرگ پاکستان میں اپنے آپ کو اپنے امام کا نمائندہ کہتے تھے۔ان کے وہ امام مہدی پھر فوت ہی ہو گئے۔سارے دعوے ادھورے رہ گئے۔

اسی طرح ہمارا ایک دوست تھا، صادق مراسی ۔وہ بھی ان بزرگ کا مرید تھا۔جب وہ بزرگ ہمارے گاؤں سے چلے گئے تو بعد میں بھی یہ ان سے ملنے جاتا تھا۔کہتا تھا کہ سرکار سے ملنے جا رہا ہوں ۔بعد میں اس بزرگ نے اور ہی باتیں شروع کر دیں۔محفل میں کہتے کہ بتاؤ پیر کیا ہوتا ہے؟ سب کہتے کہ 'ربّ' ہوتا ہے ۔دوبارہ کہتے کہ پیر کیا ہوتا ہے؟ پھر سب کہتے کہ 'ربّ' ہوتا ہے ۔بڑے بڑے بزرگوں نے ایسی تعلیم دی ہے ۔مولانا صاحب مولانا رومؒ نے بھی لکھا ہے کہ

؎ ہر چہ ذات و پیر را یکجا نہ دید
نے مرید نے مرید نے مرید

''جو خدا کی ذات کو اور پیر کو اکٹھا کر کے نہیں دیکھتا، وہ کوئی مرید نہیں ہے۔''

یہ الگ بات ہی کہ بزرگ کا حکم مانو مگر اسے 'ربّ' ماننے والی بات نہیں ہے بلکہ شرک ہے۔

موجودہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے کہا کہ 'بابا جی! یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ان کا مطلب ہو کہ پیر کو دیکھ کر ربّ یاد آجائے۔

قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ فرمانے لگے کہ اس کو پھر اسی طرح لکھنا چاہیے۔ ایسے الفاظ نہیں لکھنے چاہئیں کہ جو غلط فہمی پیدا کر دیں کہ پیر کو خدا ہی بنایا جا رہا ہے یا اسی طرح مانتے ہیں۔ باباجیؒ (بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے یہ حکم تو لکھا ہے کہ بلا چون و چرا مانو۔ اس سلسلے میں یہ چاہیے کہ سب سے پہلے اللہ کا حکم مانو، اور پھر رسول اللہ ﷺ کا حکم مانو کہ جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ اور جو حکم دیا ہے وہ کرو۔ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، اس سے اوپر اور کوئی الفاظ نہیں ہیں۔

مَّنۡ يُطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء ۴۔ آیت ۸۰)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اب جو بزرگوں نے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں تو یہ خطرناک ہیں۔

گزشتہ ہفتے اخبار میں آ رہا کہ ہندوستان نے ایک بندہ پکڑ لیا ہے جو پاکستان کیلئے جاسوسی کر رہا تھا۔ اخبار نے لکھا ہے کہ وہ دین دار تحریک کا ممبر تھا۔ اس تحریک کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک ایسی تحریک چلی تھی جس کا سربراہ امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ ان کی یہ دین دار تحریک تھی۔ ان کی پیشین گوئیوں کی بھی ایک کتاب تھی جس میں کافی ساری صحیح بھی تھیں۔ ایک اور بھی بزرگ ہیں جن کے فارسی میں کافی شعر ہیں۔ ان کی بھی پیشین گوئیاں بڑی مشہور ہیں۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: خالد محمود بخاری

مورخہ: 15.08.2008

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے آپ جیسے اور بھی کئی بھائی حلقہ میں داخل فرمائے جو اللہ کے فضل سے بانئ سلسلہؒ کے مشن کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہونگے۔ جماعتیں اسی طرح آگے چلتی ہیں۔ چند ایک صحیح کام کرنے والے مرد ہوں تو باقی جماعت کو بھی ساتھ لیکر رواں دواں رہتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں چونکہ ایک ہی خلیفہ بنانے کا حکم ہے لیکن اللہ کے فضل سے دوسرے کئی بھائی روحانی اور اخلاق لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ سلسلہ کے امور کو بطریق احسن چلا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کام محض اللہ کی رضا کی خاطر سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ حبس دم کر کے اللہ اللہ کرنے سے خوب گرمی پیدا ہوتی ہے ویسے بھی بزرگ فرماتے ہیں ہر سانس اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ہر سانس کا شکر واجب ہے جو ذکر کی صورت میں ادا کرنا چاہیے۔ کام کاج کے دوران جب ذکر نہیں ہو پاتا تو حبس دم کے ذریعے اس ذکر کی قضا ادا ہو جاتی ہے کہ ایک ہی سانس میں کوئی مرتبہ اللہ، اللہ ہو جاتی ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے اس طریقہ پر ذکر تعلیم تو نہ فرمایا لیکن کبھی کبھی جوش میں آ کر بلند آواز سے ضرب اگا کر مسلسل اللّٰہ۔ اللّٰہ۔ اللّٰہ۔ اللّٰہ۔ اللّٰہ۔ کا ذکر کرتے تھے۔ اللہ آپ کو اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔ حلقہ ذکر کے بعد خادم حلقہ کی اجازت سے بھائیوں کو کچھ نصیحت کر دیا کریں اس سے آپ کو بھی اور ان کو بھی فائدہ ہوگا۔ بھائیوں کے علاوہ بھی جس کسی پر پیار آئے اسے تھوڑی سی پلا دیا کریں۔ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے تعلیم پر عمل پیرا رہیں۔ اللہ جو کام لینا چاہیں گے لے لیں گے آپ بھی اپنے احباب کو رجوع الی اللہ کی دعوت دیتے رہا کریں اس کا بہت اثر ہوگا۔

والسّلام!

زندگی کا حاصل ،قرآن سے تعلق

(پیر خان توحیدی)

قرآن وہ عظیم کتاب ہے جو ہر حیثیت سے کامل اور مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے موضوع پر جامع مستند اور حرف آخر ہے ۔روئے زمین پر یہی ایک کتاب ہے جسے حقیقت میں کتاب کہا جا سکتا ہے ۔آپ دنیا کی کوئی کتاب پڑھیں کسی فن کا مطالعہ کریں، آپ کی معلومات میں یقیناً کچھ اضافہ ہوگا کچھ نئے اصول وضوابط حاصل ہونگے کچھ ذہنی اور دماغی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا لیکن آپ کا دل بدل جائے، آپ کی شخصیت بدل جائے یا آپ کی زندگی کا رُخ بدل جائے، یہ کام دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی۔ یہ کمال اگر حاصل ہے تو صرف قرآن کو حاصل ہے۔ آپ طالب علم ہوں، اُستاد ہوں، شاعر ہوں، مفکر یا سائنسدان ہوں عالم ہوں یا صوفی کچھ بھی ہوں اگر آپ نے قرآن حکیم نہیں پڑھا تو یقین کریں کہ آپ علم سے محروم ہیں ۔ چونکہ علم کا سرچشمہ قرآن ہی ہے، اس لئے وہ شخص علم سے محروم ہے جو قرآن سے محروم ہے۔ قرآن ہی سے حقیقت کا سراغ ملتا ہے اور قرآن ہی علم کی پیاس بجھا سکتا ہے ۔وہ شخص خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا شغف بخشا اسے پڑھنے سننے اور اس میں غور کرنے کا موقع عنایت فرمایا اور توفیق بخشی کہ اس کی روشنی میں اپنی شخصی ،خاندانی ،سماجی اور ملکی زندگی کی تعمیر کرے جسے اللہ تعالیٰ نے سوجھ بوجھ عطا فرمائی پڑھنے لکھنے کا موقع دیا لیکن پھر بھی وہ قرآن کے علم سے محروم ہے تو یہ اس کی اپنی بدنصیبی ہے۔

دراصل زندگی کے بناؤ یا سنوار اور بگاڑ کا دارومدار دل پر ہے ۔دل اگر صحت مند ہے تو پوری زندگی صحت مند ہے ۔دل اگر مریض ہے تو پوری زندگی مرض کا شکار ہے ۔دل ہی جذبات کی آماجگاہ اور ارادوں کا مخزن ہے اور ہر فیصلہ دل کی دنیا ہی میں ہوتا ہے ۔قرآن براہ راست دل

کو چھوتا ہے اور دل پر اثر انداز ہوتا ہے، دل کی آنکھیں روشن کرتا ہے ۔اور دل کی دنیا میں انقلاب برپا کرتا ہےاورانسان کے اندرون کو بدل کراس پر اپنی عظمت اور ہیبت کا ایسا سکہ جماتا ہے کہ تلاوت کے وقت دل لرزنے لگتا ہےاورآنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور آدمی پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔دنیا کی چندلمحوں کی زندگی ایک بار اگر چھن جائےتو پھر کبھی نہیں ملتی ۔اس مختصر وقفہ میں سچے موتی حاصل کرنے کی بجائے بے قیمت سنگریزوں کے بٹورنے میں اور ان سے کھیلنے میں وقت ضائع کرنا سخت نادانی نہیں تو اور کیا ہے!۔

اگر اب تک آپ نے اس عجیب وغریب انقلابی کتاب کے ساتھ تعلق نہیں جوڑا اور اس کا مطالبہ نہیں کیاتو مزید دیر نہ کریں، اگلے لمحہ کی کچھ خبر نہیں ابھی سے طے کرلیں کہ یہ کتاب آپ نے پڑھنی ہے بلکہ پڑھنے کا حق ادا کرنا ہےتو یکسوئی کے ساتھ اس کی تلاوت میں لگ جایئے ۔پھر دیکھیں یہ آپ کی روح کو گرمائے گی آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑے گی اور آپ کے دل میں یہ بات بھی اتار دے گی کہ آپ کیا ہیں؟ آپ کا آغاز کیا ہے آپ کا انجام کیا ہے ۔آپ دنیا میں کس مقصد کیلئے آئے ہیں ۔یہ دنیا کیا ہے؟ اس کا بنانے والا کون ہے؟ آپ کا اس سے کیا تعلق ہے ۔آپ کی حقیقی منزل کیا ہےاورآپ اپنی منزل پر کامیابی کے ساتھ کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ قرآن پاک نہ صرف رہنمائی اور تعلیم کا فریضہ انجام دیتا ہے بلکہ اپنی تعلیم اور رہنمائی پر کاربند ہونے کی داخلی قوت ،عزم ،حوصلہ اور جذبہ بھی فراہم کرتا ہے۔یہ خوبی قرآن کےعلاوہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔

یاد رکھیں! قرآن سے کچھ لینے کے لئے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنانا ہوگا اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا ہوگا ۔اگر آپ اس کی تلاوت لاپرواہی اور جذبہ اطاعت کےبغیر کسی اور مقصد کیلئے کرتے رہےتو آپ گھاٹے میں رہیں گےاور ہدایت کی عظیم دولت سے محروم رہیں گے ۔اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں قرآن دے دیا ہےتو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ

تعالیٰ آپ پر بہت مہربان ہے کہ اس نے اپنی سب سے بڑی نعمت جس کا بوجھ کائنات کی کوئی بڑی سے بڑی مخلوق بھی برداشت نہ کر سکی آپ کو عطا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر ہم نے قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیا ہوتا تو وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا (الحشر)

قرآن پاک سے جن لوگوں نے اپنی زندگیوں کو سنوارا، اس کی تلاوت کا حق ادا کیا ان کے دلکش کردار کی ایمان افروز جھلکیاں قرآن میں جگہ جگہ پیش کی گئی ہیں (سورہ زمر 23)۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی اچھی تعلیمات والی کتاب نازل فرمائی ہے جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں اور مضامین بار بار دہرائے جاتے ہیں کہ دل میں بیٹھ جائیں۔ اپنے پروردگار سے ڈرنے والے اسے پڑھتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل پگھل کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (سورہ انفال 3)۔ سچے اہل ایمان تو وہ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

علامہ اقبالؒ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "میری کالج کی تعلیم کا ابتدائی زمانہ تھا اور میرا معمول تھا فجر کی نماز کے بعد تلاوت کرنا۔ والد صاحب مجھے تلاوت کرتے دیکھ کر اپنے کمرے میں چلے جاتے۔ ایک روز میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اور پوچھا تم کیا پڑھا کرتے ہو مجھے ان کے سوال پر تعجب ہی نہیں ملال بھی ہوا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوں۔ بہر حال میں نے مودبانہ عرض کی کہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوں فرمانے لگے جو کچھ تم پڑھتے ہو سمجھتے بھی ہو! میں نے کہا کیوں نہیں تھوڑی بہت عربی جانتا ہوں کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ میرا جواب سن کر وہ خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ میں حیران تھا کہ ان کے سوال کا مطلب کیا ہے۔ اس واقعہ کے تقریباً چھ سات روز بعد میں تلاوت سے فارغ ہوا تو والد صاحب نے مجھے بلایا اور نرمی سے بولے بیٹا قرآن کو وہی سمجھ سکتا ہے جس پر اس کا نزول ہو۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ قرآن تو نبی کریم ﷺ پر ایک بار نازل ہو چکا ہے اب کیسے نازل ہو سکتا ہے وہ میرے دل کی بات

سمجھ گئے کہنے لگے تمہیں یہ خیال کیسے گزرا کہ قرآن اب کسی پر نازل نہیں ہوسکتا کیوں نہ تم اس طرح تلاوت کرو کہ جیسے یہ تم پر نازل ہورہا ہے۔ایسا کرو گے تو یہ تمہارے رگ وپے میں سرایت کر جائے گا" علامہ اقبالؒ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے قرآن کو اسی غور وفکر سے پڑھنا شروع کیا گویا وہ مجھ پر نازل ہورہا ہے۔علامہؒ کے قریبی رفقاء کا بیان ہے کہ وہ ہر صبح تلاوت اس قدر درد ومحبت اور سوز وگداز سے کرتے کہ آنسوؤں کا تانتا بندھ جاتا یہاں تک کہ قرآن کے اوراق بھیگ جاتے۔

بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بھی اپنے مریدین کو اسی طرح تلاوت کرنے کی تلقین کرتے رہے وہ فرمایا کرتے کہ" اگر ممکن ہو تو فجر کی نماز کے بعد تلاوت کرو اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر جب بھی وقت ملے تو ایک پاؤ سپارے کی تلاوت بہ آواز بلند نہایت خوش الحانی سے کرو۔ معنی اور مطلب کی طرف دھیان نہ دو صرف الفاظ کی ترتیل کا خیال رکھو اور تصور یہ کرو کہ جو آواز تم سن رہے ہو اللہ کی آواز ہے۔وہ خود اپنا کلام پڑھ رہا ہے اور تم سن رہے ہو۔جب تلاوت ختم کرلو تو اسی کو دوبارہ معنی اور مطلب سمجھ کر آہستہ آہستہ پڑھو ایک نوٹ بک پاس رکھو جو مفید بات نظر آئے اسے لکھ لو اور اس پر عمل کرو"۔

قرآن ہم سب پڑھتے ہیں مگر کبھی یہ سوچا ہے کہ کیا ہم قرآن کے زیر سایہ زندگی گزارنے پر تیار بھی ہیں۔جو قرآن کے زیر سایہ زندگی گزارتے ہیں قرآن انہیں لذّت قرأت سے بڑھ کر رفعت برکت اور پاکیزگی عطا کرتا ہے۔یہ قرآن ہی تو ہے جو بندوں کو اللہ سے ہمکلام ہونے کا شرف بخشتا ہے۔معرفت اور حکمت کے دروازے کھولتا ہے دل کو سکون اور ضمیر کو اطمینان فراہم کرتا ہے اسی لئے علامہؒ فرماتے ہیں!

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے ❊ راہ تو راہرو بھی تو رہبر بھی تو منزل بھی تو
وائے نادانی کہ تو محتاجِ ساقی ہوگیا ❊ مے بھی تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو

دورِرسالت مآب ﷺ میں ایک مشہور شاعر لبیدؓ بن عامری گزرے ہیں جو عرب شعراء میں انتہائی اونچے مقام کے مالک تھے ایک مرتبہ یہ مشہور شاعر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو اللہ کا کلام سنایا حضور ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ کا کلام سنا تو آنکھیں بھیگ گئیں قرآن کے پر جوش، سحر انگیز اور انقلابی انداز بیاں نے اس قدر متاثر کیا کہ بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے۔کلامِ الٰہی نے ان کا دل جیت لیا تو اسی وقت اسلام قبول کر کے دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔لبیدؓ دربار رسالت ﷺ سے رخصت ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یمن کے ایک گوشے میں قیام پذیر ہو گئے۔اور قرآن پاک کی تلاوت کو اپنا محبوب مشغلہ بنا کر دل بستگی کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔حضور ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں شعرائے اسلام کی طرف توجہ دی گئی اور ان کے کلام کی نقلیں یہ جائزہ لینے کیلئے منگوائی گئیں کہ شعرائے عرب اسلامی تعلیمات سے کس قدر متاثر ہوتے ہیں دوسرے شعراء کے ساتھ ساتھ یہ پیغام لبیدؓ کے پاس بھی پہنچا۔پہلے تو عذر کیا لیکن دوبارہ مطالبہ کرنے پر مجبور ہو گئے تو سورہ بقرہ کی آخری آیتیں امن الرسول سے آخر تک لکھ کر بھیج دیں اور آخر میں لکھا، امیر المومنین! جب سے اللہ کا کلام یاد کیا ہے اپنا کلام بھول گیا ہوں۔یہ ہے قرآن کی عظمت اور یہ ہے "زندگی کا حاصل قرآن سے تعلق."

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے کلام سے تعلق جوڑنے اسے یاد کرنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین!

فلسفۂ حج

(ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

حج صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو حرم تک جانے آنے کے مصارف برداشت کرسکتے ہوں۔ اس کے کئی فوائد ہیں

1- بیت اللہ میں دنیا کے لاکھوں مسلمانوں سے ملنے، ان سے تعلقات پیدا کرنے اور ان کے مسائل کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

2- مسلمانوں کو کئی چیزوں نے متحد کر رکھا ہے۔ مثلاً ایک دین، ایک اللہ، ایک رسول، ایک قبلہ ان میں حج بھی شامل ہے۔ یہ مسلمانوں کا سالانہ میلہ ہے۔ جہاں لاکھوں انسان جمع ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کرتے قربانیاں دیتے اور اللہ کے گھر کا پروانہ وار طواف کرتے ہیں۔

3- یہی وہ دربار ہے جہاں شاہ و گدا دو اَن سلی چادروں میں ملبوس ہو کر ہر سال اس حقیقت کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں کہ اسلام رنگ و نسب کے امتیاز سے پاک ہے اور اسلامی نقطہ نگاہ میں سب انسان برابر ہیں۔

4- انسانیت کے سب سے بڑے محسن انبیاء ہیں پھر اولیاء اور بعد ازاں علماء و فلاسفہ۔ انبیاء نے انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی تھی۔ کوئی آگ میں جلا، کوئی پھانسی چڑھا اور کوئی آرے سے چیرا گیا۔ لیکن ان بلند عزم انسانوں کے قدم ایک لمحے کے لئے بھی متزلزل نہ ہوئے ان کی ایمان افروز داستانوں میں سے کچھ اوراق تاریخ میں محفوظ ہیں اور کچھ ارض مقدس میں بکھری پڑی ہیں۔ انسان زبانی یا تحریری کہانیوں سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جتنا ان مقامات سے جہاں بڑے لوگوں کے نقوش قدم محفوظ ہوں۔ جب ایک زائر اس مقدس پتھر کو

دیکھتا ہے، جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیمؑ نے دیوارِ حرم کو بلند کیا تھا۔ اس چشمے پر نظر ڈالتا ہے۔ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے سے پھوٹ نکلا تھا۔ اس مقام سے گزرتا ہے۔ جہاں باپ نے بیٹے کو قربان کرنا چاہا تھا۔ ان گلیوں میں گھومتا ہے جہاں حضورﷺ نے باون برس گزارے تھے۔ تو اس کا دل وجد و مستی سے جھوم اٹھتا ہے اور اس کی روح سے سوز و گداز کے چشمے رواں ہوتے ہیں۔ جو کشتِ زندگی کو بہارِ جاویداں عطاء کرتے ہیں۔

حکایت: کوئی پچیس سال کا ذکر ہے کہ کراچی سے ایک آدمی بارادہ حج بحری جہاز میں سوار ہوا۔ وہ شب و روز کا بیشتر حصہ عبادت و تلاوت میں گزارتا رات کو عرشے پر آ کر بلند آواز سے حرم میں بخیریت پہنچنے کی دعا مانگتا اور جھوم جھوم کر اقبال کے اشعار گاتا۔

بیا اے ہم نفس با ہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم
بپائے خواجہ (صلعم) چشماں بمالیم

جب ایک صبح دور سے سرزمین عرب نمودار ہوئی تو یہ وجد میں ناچنے لگا ابھی جہاز ساحل سے چند گز دور رہی تھا کہ یہ پانی میں کود پڑا۔ آ گیا! آ گیا! کے نعرے لگاتا ہوا ساحل پر پہنچا پہلے زمین کو چوما، پھر طویل سجدے میں گر گیا، کچھ دیر بعد ساتھیوں نے اسے جھنجھوڑا تو معلوم ہوا کہ وہ حضورِ خواجہﷺ میں پہنچ چکا ہے۔

مپرس از کاروانِ جلوہ مستاں
ز اسبابِ جہاں برکندہ دستاں
بجانِ شاں ز آوازِ جرس شور
چو از موجِ نسیمے در نیستاں (اقبالؒ)

ہر زائرِ حرم کے جذبات کم وبیش یہی ہوتے ہیں اور حج کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کو پگھلا کر ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ بار رہا ایسا ہوا کہ ایک آدمی کوئی شعر یا آیت سن کر یک دم بدل گیا اور رند سے ولی بن گیا لوگ علماء اولیاء کی قبور پر کیوں جاتے ہیں؟ ان کے کارناموں کی یاد تازہ کرنے اور اپنی روح کو بیدار کرنے کے لئے۔ آپ شاید مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آثار مقدسہ کے عظیم عجائب گھر دو ہی ہیں۔ بیت اللہ اور بیت المقدس یہ وہ مقامات ہیں جہاں جبین ہر ذرّہ کسی کے نشان پا سے روشن ہے۔ ہر کنکر بڑے بڑے انقلابات کی داستان سنا رہا ہے اور فضاء میں بدستور وہ گیت گونج رہے ہیں جو کبھی داؤدؑ واسماعیلؑ نے گائے تھے اور جنہیں صرف روح سن سکتی ہے۔

نغمہ وہی ہے نغمہ، کہ جس کو
روح سنے اور روح سنائے

(جگر مراد آبادی)

اللہ کی ضیافت:

جب زائرین حرم منیٰ میں پہنچتے ہیں تو تکمیل حج پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پھر حجامت کراتے، نہاتے اور کپڑے بدل کر حضور یزداں میں قربانی پیش کرتے ہیں اس روز ساری دنیائے اسلام قربانی دیتی ہے۔ تمام غربا و مساکین گوشت کھاتے ہیں۔ ہڈیوں اور لوتھڑوں سے بلیاں، کتے، گیدڑ اور کوے تک پیٹ بھرتے ہیں اس بے مثال تقریب کو اللہ کی ضیافت نہ کہیں تو کیا کہیں۔

مقصد حیات

افادات از خطبات حکیم الاسلام (قاری محمد طیب قاسمیؒ)

دنیا میں انسان جب بھی کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ دانش منداور عقلمند انسان کی حرکت بلا مقصد نہیں ہوتی۔ آپ جب مسجد کی طرف آنے کیلئے حرکت کرتے ہیں تو نماز مقصد ہوتی ہے۔ ایک شخص اگر اپنے شیخ کی طرف جاتا ہے تو اس کی حرکت مقصد اخلاقی و روحانی تربیت ہوتی ہے تاکہ اس نفس کی اصلاح ہوجائے۔ بلا مقصد کے حرکت دیوانوں اور مجنون آدمی کا کام ہے۔

آپ کی زندگی، یہ خود ایک مستقل حرکت ہے، جو آدمی کے اندر بہت دور تک چلتی رہے گی۔ جب تک آدمی کا بدن حرکت کرتا رہے گا، کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہے۔ جب حرکت ختم ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ آدمی مر چکا ہے۔ قلب حرکت کرتا رہے، کہتے ہیں کہ قلب زندہ ہے۔ اگر قلب کی حرکت ختم ہوجائے تو کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کا انتقال ہوگیا۔ حرکت بند ہوجانے کا نام موت اور حرکت کے جاری رہنے کا نام زندگی ہے۔ اس لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ " انسان ازلی تو نہیں کہ ہمیشہ سے تھا، مگر ابدی ضرور ہے کہ پیدا ہوگیا تو اب مٹنے والا نہیں۔ ابد الآباد تک زندہ رہے گا۔ جگہیں بدلتی رہیں گی ایک عالم سے دوسرے سے تیسرے اور پھر چوتھے عالم میں، مکان اور جہاں بدلتے رہیں گے اور انسان باقی رہے گا۔"

انسان عالم الَسْت سے چلا، عالم رحم میں آیا، عالم رحم سے چلا، عالم دنیا میں آیا، عالم دنیا سے چلا عالم برزخ میں آیا۔ عالم برزخ سے منتقل ہوا اور عالم محشر میں پہنچا، عالم حشر سے منتقل ہوا، جنت میں پہنچا۔ اور جنت میں روزانہ ترقی ہوگی، نئے نئے عالم انسان پر کھلیں گے، عجائبات ظاہر ہونگے۔ طرح طرح کی نعمتیں نمایاں ہونگی۔ اس لئے انسان میں تجدد پسندی کا جذبہ ہے کہ

نئی نئی چیزیں اس کے سامنے آنی چاہئیں ۔ ہماری زندگی عہد الست سے چلی ہے، جہاں اقرار ربو بیت کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں (اللہ) ہی خالق اور مالک ہوں اور مجھے یاد رکھنا، نہ صرف یہ بلکہ انبیاء کرام بھی اس عہد کی یاد دلانے کیلئے مبعوث فرمائے گئے کہ ابن آدم اس عہد ربو بیت کو نہ بھولے ۔ جب بندہ اس عہد پر پکا رہے گا اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے گا تو اللہ بھی اپنا عہد پورا کریں گے اور دین و دنیا میں سرفراز فرمائیں گے۔

کیا مقصدِ زندگی خورد ونوش ہے؟ اس قدر طویل زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مقصد بھی اتنا طویل ہونا چاہیے جتنا لمبا سفر ہے ۔سفر تو ہزاروں برس کا ہو اور مقصد معمولی سا ہو، وہ اسکے اوپر چسپاں نہیں ہوگا۔ انسان اشرف المخلوقات اتنی عظیم، بلند مخلوق اور اس کی زندگی کا مقصد صرف یہ کہ روٹی کھالے اور ختم ہو جائے یا ایسے اسباب و وسائل میں زندگی گنوا دے جن کا نتیجہ بہر صورت روٹی ہو۔مثلاً تجارت اور صنعت و حرفت وغیرہ، یا باقی اسباب معاش جو روٹی کو نتیجہ کے طور پر میسر کرتے ہوں ۔ یہ کوئی اہم مقصد نہیں ہے ۔اگر کھانا پینا مقصد ہوتا تو ہاتھی بھینس اور گائے وغیرہ اشرف المخلوقات بنتے انسان نہ بنتا، یہ اتنا نہیں کھاسکتا جتنا یہ جانور کھاتے ہیں ۔اس طویل زندگی کا مقصد ظاہر ہے کہ وہ روٹی تو نہیں ہو سکتی ۔اتنی لمبی چوڑی حرکت کی زندگی، کیا محض اللہ تعالیٰ نے اس لئے دی کہ چند لقمے کھا لئے جائیں!اور بس ۔اسلام دنیا سے فرار نہیں سکھاتا بلکہ معاملات میں اسکے احکامات کے مطابق سرانجام دیتے ہوئے اللہ سے تعلق قائم کیا جائے ۔

روحانی قوت کی کرشمہ سازیاں: ملائکہ ایک زندہ مخلوق ہیں وہ کون سا گوشت، روٹی کھاتے ہیں ؟ ذکراللہ سے تو زندہ ہیں ۔اصل زندگی تو ذکراللہ کا نام ہے ۔چونکہ ہم اس کوچے سے واقف نہیں، ذکراللہ کی کوئی کیفیت ہمارے قلب میں موجود نہیں، اس لئے ہم غلطی سے یہ سمجھ گئے کہ زندگی کھانے پینے کا نام ہے ورنہ اصل میں زندگی محبوب کا نام لینا یعنی اس کا ذکر کرنا ہے ۔کھانا کما ل کی علامت نہیں، انبیاء، صحابہ کرام اور اولیاء کرام بقدر ضرورت کھاتے پیتے ۔صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ دن بھر گھوڑے کی پشت پر سوار رہتے، کھانے کی کچھ خبر نہ ہوتی تھی ، ہر وقت جہاد

میں مشغول ہیں۔بعض کے پاس چند ٹکڑے ہوتے ، وہ کھا لیتے تھے اور بعض کے پاس وہ چند ٹکڑے بھی نہیں ہوتے تھے کھجور کی چند گٹھلیاں ہی ہوتی تھیں جب بھوک نے ستایا ، بس وہ منہ میں ڈال کر نفس کو بہلا دیا۔چوبیس گھنٹے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر محنت اور جد و جہد کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کرتے ، بہر حال کمال تو ان کا سمجھا جائے گا جنہوں نے کثرت سے کھانے کو ترک کیا۔کھانا کھانا کوئی کمال نہیں بلکہ اہل کمال تو کم ہی کھاتے تھے۔ہمارے مشائخ انتہائی مختصر کھانا کھاتے تھے لیکن رات کو جب ذکر اللہ میں مشغول ہوتے تو شہر میں اس طرح آواز گونجتی تھی کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ ہمارے گھر کے دروازے پر ذکر کر رہے ہیں۔یہ قوت کھانے کی نہ تھی ، یہ روحانی قوت تھی جو ذکر اللہ سے پیدا ہوتی تھی۔

اسلام کا کام انسانیت کو صراط مستقیم پر چلانا ہے یہی حاصل عبادت ہے جس کیلئے انسان کو پیدا کیا گیا۔انسان کی پیدائش کا اصل مقصد ہی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں، بس مقصود یہ ہے اگر ایک انسان عبادت میں لگ کر کام کرتا جائے ، اللہ کی طرف یعنی صراط مستقیم پر چلتا جائے گویا دنیا میں رہ کر اس کا ہر کام باعث برکت ہوگا۔اس نے زندگی کا مقصد پورا کر لیا ، عبادت میں نہ لگا ، تو زندگی رائیگاں چلی گئی۔گویا زندگی کا مقصد فی الحقیقت اطاعت خداوندی اور عبادت الٰہی ہے۔یہ مقصد زندگی پوری زندگی پر محیط ہے۔عبادت فقط نماز و روزہ نہیں ہے بلکہ کھانے پینے، سونے جاگنے چلنے پھرنے میں بھی عبادت ہے۔گویا اللہ تعالیٰ فقط مسجدوں میں نہیں ملتا ، گھروں میں بھی ملتا ہے ، دستر خوان پر ملتا ہے ہر جگہ اللہ کا جمال دیکھا جا سکتا ہے اگر چہ سچی نیت و ارادہ اور طریق شریعت کے مطابق چلے اور اتباع و اطاعت کا جذبہ بھی ہو تو ہر چیز اس کیلئے عبادت بن جاتی ہے۔جب تک انسان دنیا میں موجود ہے عبادت اس کے ساتھ رہے گی۔قبر میں جب پہنچے گا وہاں بھی عبادت ہوگی جیسا کہ انبیاء کرام کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں ، نمازیں پڑھتے ہیں۔انبیاء کا تو بدن تک محفوظ ہے وہ تو بدن سے عبادت کرتے ہیں۔ہمارا بدن تو مٹ

جاتا ہے اس لئے بدنی عبادت نہیں رہے گی مگر روحی عبادت ہم بھی کرتے ہیں اور وہ قلب کے جذبے اور تخیل کی عبادت ہے۔ روح عمل نہیں کرسکتی، مگر جذبات سے عبادت کرسکتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "تمہارا حشر اس حالت پر ہوگا جس حالت میں موت آئی اور موت اس حالت پر آئے گی جس حالت پر زندگی گزاری۔" اگر زندگی ذکر و عبادت میں گزاری ہے تو موت کے وقت بھی ذکر و عبادت کا ہی دھیان ہوگا۔ جب قبر سے اُٹھے گا جب بھی ذکر کا دھیان ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ اہل جنت کو تسبیح الہام کی جائے گی۔ بلا ارادہ سانس کے ساتھ اللہ۔ اللہ جاری ہوگا۔ ارادہ کی ضرورت نہیں۔ ان کو تکلیف نہیں دی جائے گی کہ تم بیٹھ کے ذکر اللہ کرو، عبادت کرو، نمازیں پڑھو، وہ تو عیش کی جگہ ہے۔ ہر وقت راحت ہوگی مگر ان کے دلوں میں الہام کیا جائے گا" پاس انفاس " کا ذکر ہوتا ہے۔ ہر وقت سانس کے ساتھ اللہ اللہ جاری ہوگا اور اصل غذا ہوگی۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں بھی ہوں گی لیکن انکی محتاجی نہیں ہوگی۔

انسان ارادہ، عقل و شعور سے اور اپنے معبود کو پہچان کر عبادت کرتا ہے اور اس کی یہ شان ہے۔ جبکہ ملائکہ اختیار سے عبادت کرتے ہیں، ارادے کی، کی ہوئی عبادت ہی ان کے نفس کا تقاضہ ہے۔ اس لئے کہ ان میں گناہ کا مادّہ نہیں، وہ بُرائی کر ہی نہیں سکتے، وہ کریں گے نیکی ہی کریں گے۔ انسان اپنے نفس کا مقابلہ کر کے عبادت کرتا ہے، نفس چاہتا ہے کہ آرام سے پڑ کے سوؤں وہ کہتا ہے نہیں لحاف اتار کے جا کر اپنے ربّ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر نفس کے حکم کے مطابق چلو گے تو نفس تو آزاد اور باغی ہے۔ اس کے حکم پر چلنے سے نہ دنیا بنے گی اور نہ آخرت، زندگی کے سارے امور حکم خداوندی کے تحت کریں گے تو یہ عبادت ہے اس میں خیر و برکت ہوگی دنیا بھی سنورے گی اور آخرت بھی۔ لہٰذا طبعی تقاضوں کے مطابق کئے ہوئے کام زیادہ قابل توجہ نہیں ہوتے۔

قربانی کی تاریخ اور فضیلت

(مرسلہ: ماجد محمود توحیدی)

انسانی تاریخ کی سب سے پہلی قربانی

انسانی تاریخ کی سب سے پہلی قربانی آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی قربانی ہے، قرآن پاک میں بھی اس قربانی کا ذکر ہے۔

ترجمہ: ’’اور ان کو آدمؑ کے بیٹوں کا قصہ بھی ٹھیک ٹھاک سنا دیجیے جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی‘‘۔(المائدہ:24)

دراصل ایک نے جس کا نام ’’ہابیل‘‘ تھا دل کی آمادگی سے رضائے الٰہی کی خاطر بہترین دنبے کی قربانی پیش کی اور دوسرے نے جس کا نام ’’قابیل‘‘ تھا، بے دلی سے ناکارہ غلے کا ایک ڈھیر پیش کر دیا، ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے جلا ڈالا اور یہ مقبولیت کی علامت تھی لیکن دوسری کو آگ نے نہیں جلایا اور یہ مقبول نہ ہونے کی علامت تھی۔

قربانی تمام الٰہی شریعتوں میں

قربانی کا حکم تمام الٰہی شریعتوں میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور ہر امت کے نظام عبادت میں اسے ایک لازمی جزو کی حیثیت حاصل رہی ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تا کہ وہ ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے ہیں۔(الحج آیت 34)

یعنی قربانی ہر شریعت کے نظام عبادت میں موجود رہی ہے، البتہ مختلف زمانوں قوموں اور مختلف ملکوں کے نبیوں کی شریعتوں میں ان کے حالات کے پیش نظر قربانی کے قاعدے اور

تفصیلات جدا جدا رہی ہیں، لیکن بنیادی طور پر یہ بات تمام آسمانی شریعتوں میں مشترک رہی ہے کہ جانور کی قربانی صرف اللہ کے لیے کی جائے اور اسی کا نام لے کر کی جائے۔

فاذکرو اسم اللہ علیہا۔ ''پس ان جانوروں پر صرف اللہ کا نام لو'' جانوروں پر اللہ ہی کا نام لینا بڑا بلیغ انداز بیان ہے یعنی ان کو ذبح کرو تو اللہ ہی کے نام سے ذبح کرو اور اسی کے نام پر اسی کی رضا کے لیے ذبح کرو، وہی ہے جس نے تمہارے لیے یہ جانور مہیا کیے ہیں، وہی ہے جس نے ان کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ان میں گوناگوں فائدے رکھے ہیں۔

قربانی ایک عظیم یادگار

اس وقت دنیا کے ہر خطے میں مسلمان جو قربانی کرتے ہیں اور ذبح عظیم کا جو منظر پیش کرتے ہیں وہ دراصل حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ ہے، قرآن میں اس عظیم قربانی کے واقعے کو پیش کر کے اس کو اسلام، ایمان اور احسان قرار دیا ہے۔

قربانی دراصل اس عزم و یقین اور سپردگی و فدائیت کا عملی اظہار ہے کہ آدمی کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور اسی کی راہ میں سب قربان ہونا چاہیے۔

یہ دراصل اس حقیقت کی علامت اور پیش کش ہے کہ اس کا اشارہ ہوگا، تو ہم اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے، اسی عہد و پیمان اور سپردگی و فدائیت کا نام ایمان، اسلام اور احسان ہے۔

قربانی کا حکم ساری امت کے لیے ہے۔

قربانی کی اصل جگہ تو وہی ہے جہاں ہر سال لاکھوں حاجی اپنی اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں، دراصل یہ حج کے اعمال میں سے ایک اہم عمل ہے، لیکن رحیم و کریم خدا نے اس عظیم شرف

سے ان لوگوں کو بھی محروم نہیں رکھا ہے جو مکے سے دور ہیں اور حج میں شریک نہیں ہیں، قربانی کا حکم صرف ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو بیت اللہ کا حج کر رہے ہوں بلکہ یہ عام حکم ہے، اور سارے ہی ذی حیثیت مسلمانوں کے لیے ہے۔ اور یہ حقیقت احادیث رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی شہادت ہے کہ ''نبی کریم ﷺ دس سال تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور برابر ہر سال قربانی کرتے رہے''۔

قربانی کی روح

اسلام سے پہلے لوگ قربانی کر کے اس کا گوشت بیت اللہ کے سامنے لا کر رکھتے اور اس کا خون بیت اللہ کی دیواروں پر لتھیڑتے تھے۔ قرآن نے بتایا کہ خدا کو تمہارے اس گوشت اور خون کی ضرورت نہیں۔ اس کے یہاں تو قربانی کے وہ جذبات پہنچتے ہیں جو ذبح کرتے وقت تمہارے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں یا ہونے چاہییں۔ قربانی گوشت اور خون کا نام نہیں ہے بلکہ اس حقیقت کا نام ہے کہ ہمارا سب کچھ اللہ کے لیے ہے اور اسی کی راہ میں قربان ہونے کے لیے ہے۔ قربانی کرنے والا صرف جانوروں کے گلے پر چھری ہی نہیں پھیرتا بلکہ وہ ساری ناپسندیدہ خواہشات کے گلے پر بھی چھری پھیر کر ان کو ذبح کر ڈالتا ہے، اس شعور کے بغیر جو قربانی کی جاتی ہے، وہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی سنت نہیں بلکہ ایک قومی رسم ہے، جس میں گوشت پوست کی فراوانی تو ہوتی ہے لیکن وہ تقویٰ ناپید ہوتا ہے جو قربانی کی روح ہے۔ اللہ کی نظر میں اس قربانی کی کوئی قیمت نہیں جس کے پیچھے تقویٰ کے جذبات نہ ہوں، اللہ کے ہاں وہی مقبول ہے جس کا محرک اللہ کا تقویٰ ہو۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کو ان جانوروں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تمہاری جانب سے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ (الحج آیت 27

قربانی کی فضیلت

نبی کریمﷺ نے قربانی کی فضیلت اور بے بہا اجر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

(1) اللہ کے نزدیک دسویں ذوالحجہ کو قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں۔قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت حاضر ہوگا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ اللہ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے لہٰذا قربانی دل کی خوشی اور پوری آمادگی سے کیا کرو۔

(2) صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہﷺ یہ قربانی کیا چیز ہے؟ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہﷺ اس میں ہمارے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا ہر ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی، صحابہؓ نے کہا اور اون کے بدلے یا رسول اللہﷺ فرمایا ہاں اون کے ہر ہر روئیں کے بدلے میں بھی ایک نیکی ملے گی

(3) حضرت ابوسعید خذریؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمﷺ نے حضرت فاطمہ زہراؓ سے فرمایا، فاطمہ اٹھو آؤ اپنی قربانی کے جانور کے پاس کھڑی ہو اس لیے کہ اس کا جو قطرہ بھی زمین پر گرے گا، اس کے بدلے میں اللہ تمہارے پچھلے گناہ بخش دے گا، حضرت فاطمہؓ نے پوچھا، یہ خوشخبری ہم اہل بیت ہی کے لیے مخصوص ہے یا ساری امت کے لیے؟ ارشاد فرمایا ہمارے اہل بیت کے لیے بھی اور ساری امت کے لیے بھی۔

(4) حضرت ابو بریدہؓ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمﷺ عیدالفطر کے دن بغیر کچھ تناول فرمائے نماز کو نہیں جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید پڑھنے سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے، اور جب واپس تشریف لاتے تو قربانی کے جانور کی کلیجی پہلے تناول فرماتے تھے۔

قربانی کا طریقہ اور دعا

جانور ذبح کرنے کے لیے اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا رخ قبلہ کی جانب رہے، اور چھری خوب تیز کرلی جائے، جہاں تک ہو اپنی قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا جائے اور کسی وجہ سے ذبح نہ کرسکے تو کم ازکم اس کے پاس ہی کھڑا رہے۔

ذبح کرتے وقت پہلے یہ دعا پڑھے۔

انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰت والارض علی ملت ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی و نسکی ومحیایٔ ومماتی لله رب العلمین.

ترجمہ:۔میں نے ہر طرف سے یکسو ہوکر اپنا رخ ابراہیمؑ کے طریقے پر ٹھیک اس اللہ کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب رب العلمین کے لیے ہے"۔

اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اس کا حکم ملا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اے اللہ تیرے ہی حضور پیش ہے اور یہ تیرا ہی دیا ہوا ہے۔

پھر بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے، ذبح کرنے کے بعد یہ کہے۔

اللهم تقبله من کما تقبلت من حبیبک محمد و علیک ابرهیم علیهما الصلوٰة والسلام

ترجمہ:۔اے اللہ تو اس قربانی کو میری جانب سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے حبیب محمد ﷺ اور اپنے خلیل ابراہیمؑ کی قربانی قبول فرمائی دونوں پر درود وسلام ہو۔

(ا)اگر کسی اور کی جانب سے ذبح کر رہا ہو تو ''منی'' کہنے کی بجائے ''من'' کے بعد اس کا نام لے ،اگر ایک شخص ہو تو ایک کا نام لے اور چند ہوں تو چند کا نام لے۔

قربانی کے احکام ومسائل

جو شخص بھی قربانی کا ارادہ کرے وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ جسم کے کسی حصے کے بال کاٹے اور نہ ناخن کترائے، پھر جب قربانی کا جانور ذبح کر لے تو بال اور ناخن وغیرہ کاٹے۔ یہ عمل مسنون ہے واجب نہیں ہے اور جو شخص قربانی کی وسعت نہ رکھتا ہو اس کے لیے بھی بہتر یہ ہے کہ وہ قربانی کے دن اپنے بال بنوائے، ناخن کٹوائے، خط بنوائے۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جس کو قربانی کرنا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ اپنے بال بنوائے اور نہ ناخن کٹوائے یہاں تک کہ وہ قربانی کر لے'' مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عیدالاضحیٰ کے دن (یعنی 10 ذوالحجہ کو) عید مناؤں۔ اللہ نے اس بات کو امت کے لیے عید کا دن قرار دیا ہے، ایک شخص نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ بتائیں اگر میرے پاس ایک ہی بکری ہو جو کسی نے دودھ کے لیے مجھے دے رکھی ہو تو کیا میں اس کی قربانی کروں؟ ارشاد فرمایا نہیں تم اس کی قربانی نہ کرو، بلکہ (قربانی کے دن) اپنے بال بنوالینا، اپنے ناخن کٹوالینا، اپنی مونچھیں کتروا کر درست کرالینا، اور زیر ناف بال صاف کر لینا، بس اللہ کے نزدیک یہی تمہاری پوری قربانی ہو جائے گی''

قربانی کے جانور اور ان کے احکام

(1) قربانی کے جانور یہ ہیں۔ اونٹ، اونٹنی، دنبہ، بھیڑ، بکرا، بکری، گائے، بیل بھینس، بھینسا۔ ان جانوروں کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی جائز نہیں۔

(2) گائے، بھینس اور اونٹ میں سات حصے ہو سکتے ہیں، سات سے زائد نہیں، مگر اس کے لیے دو شرطیں ہیں، پہلی یہ ہے کہ ہر حصے دار کی نیت قربانی یا عقیقے کی ہو محض گوشت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ہر حصے دار کا حصہ ٹھیک 1/7 ہو، اس سے کم کا حصہ دار نہ ہو۔ان دو شرطوں میں سے کوئی بھی شرط پوری نہ ہوئی تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

(3) گائے، بھینس، اونٹ، میں سات افراد سے کم بھی شریک ہو سکتے ہیں، مثلاً کوئی دو، چار، یا کم وبیش حصے لے، مگر اس میں بھی یہ شرط ضروری ہے کہ کوئی حصے دار ساتویں حصے سے کم کا شریک نہ ہو۔ورنہ کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

(4) گائے بھینس کی قربانی میں ایک یا ایک سے زائد افراد کے حصے از خود ہی تجویز کر کے قربانی کر لی اور ان افراد کی مرضی اور اجازت نہیں لی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہے، جن لوگوں کے حصے رکھے جائیں ان کے کہنے سے رکھے جائیں، یہ نہیں کہ از خود حصے تجویز کر کے قربانی تو پہلے کر لی جائے اور حصے داروں کی مرضی اور اجازت بعد میں حاصل کی جائے۔

(5) بکرا، بکری، دنبہ، بھیڑ جب سال بھر کے ہو جائیں اور گائے، بھینس پورے دو سال کے ہو جائیں اور اونٹ پورے پانچ سال کا ہو تب قربانی درست ہے اس سے کم مدت درست نہیں۔

(6) اندھے، کانے جانور کی قربانی درست نہیں اور اس لنگڑے جانور کی قربانی بھی درست نہیں جو صرف تین پیروں سے چلتا ہو چوتھا پیر زمین پر رکھا ہی نہ جاتا ہو یا رکھتا ہو لیکن اس پر زور دے کر نہ چلتا ہو صرف تین پیروں کے سہارے چلتا ہو۔ہاں اگر چوتھا پیر بھی کام کر رہا ہو اور چلنے میں صرف لنگ ہو تو پھر قربانی درست ہے۔

(7) گائے اور بکری اگر حاملہ ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔اگر بچہ زندہ بر آمد ہو تو اس کو بھی ذبح کر لینا چاہیے۔

(8) جس جانور کے پیدائش طور پر کان نہیں ہیں یا ہیں تو بہت چھوٹے اس کی قربانی درست ہے۔

قربانی کا حکم

(1) کسی شخص پر قربانی شرعاً واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا، تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی۔

(2) ایک شخص پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور وہ کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکا، اگر اس نے بکری وغیرہ خریدی تھی تب تو اسی بکری کو زندہ خیرات کر دے اور نہ خریدی ہوتو ایک بکری کی قیمت بھر رقم خیرات کر دے۔

(3) کسی نے منت اور نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو قربانی کروں گا پھر اللہ کے فضل وکرم سے وہ کام ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی اور نذر کی قربانی کا حکم ہے کہ اس کا سارا گوشت خیرات کر دے نہ خود کھائے اور نہ خوشحال لوگوں کو کھلائے ، بلکہ سارا گوشت غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دے۔

قربانی کا وقت اور ایام

(1) عید الاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر ذوالحجہ کی بارہویں تاریخ تک غروب آفتاب سے پہلے تک قربانی کے ایام ہیں ان تین ایام میں سے جب اور جس دن سہولت ہو قربانی کرنا جائز ہے، لیکن قربانی کا سب سے افضل دن عید الاضحیٰ کا دن ہے پھر گیارھویں اور بارھویں تاریخ۔

(2) شہر اور قصبات کے باشندے کے لیے نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں، جب لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں تب قربانی کریں۔ البتہ دیہات کے باشندے نماز فجر کے بعد بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

(3) شہر اور قصبات کے باشندے اگر اپنی قربانی کسی دیہات میں کرا رہے ہوں تو

ان کے جانوروں کی قربانی دیہات میں فجر کے بعد ہوسکتی ہے اور اگر وہاں سے نمازِ عید سے پہلے ہی گوشت آجائے، تب بھی یہ قربانی درست ہے۔

(4) ایام قربانی یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ سے بارھویں تاریخ غروب آفتاب تک جس وقت چاہے قربانی کر سکتے ہیں، دن میں بھی اور رات میں بھی لیکن بہتر ہے قربانی دن ہی کو کی جائے۔

(5) قربانی واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں، مقیم ہونا اور خوشحال ہونا۔ اگر کوئی شخص سفر میں ہے اور بارھویں ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے پہلے اپنے وطن پہنچ گیا اور خوشحال ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگئی اور اگر وہ مقیم ہے اور نادار ہے، لیکن بارھویں ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے پہلے خدا نے اسے مال و دولت سے نواز دیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کے دیگر متفرق مسائل

(1) قربانی کرتے وقت نیت کا زبان سے ادا کرنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں صرف دل کی نیت اور ارادہ قربانی صحیح ہونے کے لیے کافی ہے۔ البتہ زبان سے دعا پڑھنا بہتر ہے۔

(2) اپنی قربانی کا جانور اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے، ہاں اگر کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے تو کم از کم وہاں موجود رہے، اور خواتین بھی اپنی قربانی کا جانور ذبح ہوتے وقت موجود رہیں تو بہتر ہے۔

(3) گائے، بھینس وغیرہ کی قربانی میں کئی افراد شریک ہوں تو گوشت کی تقسیم اندازے سے نہ کریں بلکہ سری پائے اور گردہ کلیجی وغیرہ سب کو شامل کر کے سات حصے بنائیں اور پھر جس کے جتنے حصے ہوں اس کو حساب سے دیں۔

(4) قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی تو غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیں اور باقی

اپنے اور عزیز و اقارب اور دوست احباب کے لیے رکھ لیں۔

(5) اگر گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی میں کئی افراد شریک ہیں تو وہ آپس میں گوشت تقسیم کرنے کی بجائے سب ایک ساتھ ہی مساکین کو تقسیم کر سکتے ہیں یا پکا کر کھلانا چاہیں تو بھی جائز ہے۔

(6) قصاب کو گوشت بنانے کی مزدوری میں گوشت، کھال یا رسی وغیرہ نہ دی جائے بلکہ جانور کی رسی کھال وغیرہ سب خیرات کر دینی چاہیے۔

(7) قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو بھی دینا جائز ہے لیکن اجرت میں دینا صحیح نہیں ہے۔

مرحومین کی طرف سے قربانی

اللہ نے جس شخص کو مال و دولت سے نوازا ہے، وہ صرف واجب قربانی پر ہی کیوں اکتفا کرے، بلکہ قربانی کا بے حد و حساب اجر و انعام پانے کے لیے اپنے بزرگوں یعنی مردہ ماں باپ، دادا دادی اور دوسرے رشتے داروں کی طرف سے بھی قربانی کرے تو بہتر ہے، اور اپنے محسن اعظم ﷺ جن کی بدولت ہدایات و ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے ان کی طرف سے قربانی، مومن کی بہت بڑی سعادت ہے۔ اسی طرح ازواج مطہرات یعنی اپنی روحانی ماؤں کی طرف سے قربانی کرنا بھی انتہائی خوش نصیبی ہے۔

(ماخوذ از آسان فقہ)

عید ملن پروگرام

(حافظ محمد یٰسین)

حسب سابق امسال بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے زیر اہتمام مرکز تعمیر ملت پر سالانہ عید ملن پروگرام کا انعقاد 2 اگست بروز اتوار کیا گیا۔ چونکہ یہ اگست کا مہینہ تھا اور جولائی کی 29 تاریخ بانئ سلسلہ قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا یوم پیدائش اور جولائی ہی کی 7 تاریخ کو قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا یوم وصال ہے تو اسی مناسبت سے ان بزرگوں کی ارواح کے ایصال ثواب کا بھی اہتمام کیا گیا۔ (یاد رہے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں عرس اور برسی وغیرہ نہیں منائے جاتے۔)

دور دراز کے حلقہ جات کے بھائی رات کو ہی محفل میں شرکت کے لیے پہنچنا شروع ہو چکے تھے، چوک اعظم، راولپنڈی، ملتان، شجاع آباد کے بھائی رات کو ہی مرکز تعمیر ملت پہنچ گئے۔ رات کو بھائیوں کی خدمت کے لیے ماجد محمود مرکز پر موجود تھے اس کے باوجود بابا جان قبلہ محمد یعقوب خان خود بھائیوں کے آرام و سکون کا خیال رکھا اور ان کی ضروریات کے بارے پوچھتے رہے۔ رات کو آئے ہوئے بھائیوں کو صبح اتوار کو تقریباً 8 بجے ناشتہ کروایا گیا۔ ناشتہ کے بعد بھائی باہر برآمدہ میں قبلہ بابا جان کے پاس بیٹھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیار بھری باتوں سے اپنے ایمان کو تقویت دیتے رہے۔

محفل کا باقاعدہ آغاز 10 بجے صبح اجتماعی تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو 10:50 تک جاری رہا۔ اجتماعی ذکر کے لیے محمد ریاض صاحب اسٹیج پر تشریف لائے اور ذکر نفی اثبات اور درود شریف کا ذکر کروایا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت ملتان کے بھائی حافظ عبدالکریم نے حاصل کی۔ بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کیلئے ڈسکہ سے جناب عبدالرشید ساہی صاحب کو دعوت دی گئی جنہوں نے بہت خوبصورت انداز میں نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی سلسلہ تقاریر میں سب سے پہلے مدیر فلاح آدمیت جناب احمد رضا خان نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ اور

قبلہ ڈار صاحبؒ کی سیرت کے عنوان پرتقریر فرمائی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا: "جو راہ سلوک کا مسافر ہے اور اللہ تعالی کے قُرب کا خواہش مند ہے اسے اوّلاً نمازِ پنجگانہ با جماعت ادا کرنا چاہیے، کسی صورت قضاء نہ کرے۔ قبلہ محمد صدیق ڈارؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں تصوّر ہی نہیں کرسکتا کہ کوئی توحیدی نماز نہ پڑھے! نماز کے بغیر تو مسلمانی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ اور ہم ولایت لینے جارہے ہیں۔ اس کے بعد ایک سالک کیلئے تہجد کے نوافل لازم ہیں حضور نبی کریم ﷺ پر سورۃ مزمل میں تہجد کی نماز کو فرض قرار دیا۔ بابا جانؒ فرمایا کرتے تھے کہ تہجد کی نماز کی ادائیگی کرنے سے راہ سلوک میں بڑی تیزی سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد تلاوت قرآن پاک کا اہتمام اور معمول بنالیا جائے جس کا طریقہ تعمیر ملت میں تحریر ہے۔ تعلیم کے مطابق پاؤ پارہ اس طرح بلند آواز اور خوش الحانی سے معنی پر غور کئے بغیر روزانہ تلاوت کی جائے۔ تصور کریں اللہ تبارک وتعالی پڑھ رہے ہیں اور تم سن رہے ہو پھر وقت ہو تو آیات پر غور و فکر و ترجمہ پڑھو۔ بابا جانؒ تلاوت فرماتے اور تفسیر ضیاء القرآن مصنفہ پیر کرم شاہ کا سیٹ ساتھ رکھتے۔ اور ڈائری میں موضوع کی مناسبت سے جیسے ذکر اللہ، قیامت کے حوالے سے آیات ہیں، انہیں ڈائری میں Point wise نوٹ فرمالیتے۔

پاس انفاس اور ذکر نفی اثبات تو سلوک کی کلید اور بنیاد ہے۔

مجاہدہ: کے معنی ہیں کوشش کرنا، پہلے بزرگ راہ سلوک سیکھانے کیلئے کئی سال بھیک منگواتے اور طرح طرح کے مجاہدے کرواتے لیکن ہمارے سلسلہ کی تعلیم تو بالکل سہل العمل اور سریع الاثر ہے مجاہدہ کے ضمن میں سب سے پہلے قطع ماسویٰ اللہ یعنی اللہ کے سوا دل میں سوت برابر جگہ نہ ہو، رنج وغم اور خوشی کے اثرات قلب کو متاثر نہ کرنے پائیں۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب اللہ کے ذکر کی روٹین بن چکی ہو، پختگی آ چکی ہو، ذکر کے اثرات دل میں رچ بس، راسخ ہو چکے ہوں اور قوت ارادی پیدا ہو چکی ہو تو ضرور قطع ماسویٰ اللہ کی کیفیت کو پاسکیں گے۔ اللہ کو پانے کیلئے قطع ماسویٰ اللہ کا مجاہدہ بہت ضروری ہے۔ اللہ کو پانا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ دنیا کے ساز و سامان کاریں،

کوٹھیاں، مال و زر کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ہر چیز کی محبت کو دل سے نکال دو، وقتی طور پر اس کا اثر ہوگا اگر اللہ سے ذکر کی بدولت لائن جڑی ہوئی ہے تو اس کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ سمجھتے ہیں فاعلِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے سب کچھ اس کی طرف سے ہوتا ہے۔

غصہ اور نفرت کو بالکل نفی کردو، یہ مردوں کے کام ہیں۔ غصہ تو فطری چیز ہے اس کا نہ آنا بھی مناسب نہیں کیونکہ اس سے دینی حمیت و غیرت جاتی رہتی ہے۔ قبلہ انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ غصہ نہ آنا بڑی بے غیرتی اور بے شرمی کی بات ہے۔ آنا چاہیے مگر اس پر کنٹرول کرنا، ضبط کرنا ضروری ہے۔ نفرت کا بیج تو جڑ سے اُکھاڑ دینا چاہیے، ناپسندیدگی اور نفرت کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔ اگر نفرت کو دل میں جگہ دے دی تو اللہ پاک دل میں نہیں آئیں گے یہ تو اللہ کا گھر ہے جس کی ہم صفائی اور تزکیہ کر رہے ہیں۔

بزرگوں نے اللہ کا فیض عام کیا ہوا ہے اگر ہم نے فیض حاصل کرنا ہے تو ہمیں تعلیم پر عمل کرنا ہوگا اور ہمیں خالی دعوؤں سے دو چار قدم آگے آنا ہوگا اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ قبلہ بابا جان صدیق ڈارؒ کی ڈائری میں لکھا ہوا ہے کہ میری زندگی کی جتنی گھڑیاں باقی ہیں ہر لمحہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم کے فروغ کیلئے وقف ہیں۔ بابا جانؒ اکثر فرمایا کرتے تھے قیامت میں تین قسم کے لوگ ہونگے، ایک دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے اور تیسرے آگے بڑھ جانے والے (مقربین)۔ فرماتے میری خواہش ہے کہ ہر توحیدی بھائی آگے بڑھ جانے والوں میں شامل ہو۔ یہ بات آج تک کسی مولوی یا عالم نے نہیں بتائی، کوئی تذکرہ ہی نہیں ہوتا صرف دائیں اور بائیں والے بتائے جاتے ہیں بلکہ کبھی بھی آگے بڑھ جانے کی دُعا نہیں کرتے سنا۔ اس لئے کہ خواہش ہی نہیں، جس چیز کی خواہش ہی نہ اس کے حصول کا دعویٰ کیسا؟۔

حلقہ میں صحبت کا التزام ضرور رکھو، Touch ہوتا ہے بندہ کا میل کچیل نکل جاتا ہے بابا جان کے لئے محافل میں کھانا آتا تو نہ کھاتے، بلکہ بھائیوں کے کھانے پر توجہ فرماتے، بھائی سمجھتے بابا جی کا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے بلکہ وہ توجہ اور فیض میں مصروف ہوتے، بیک وقت سب کو فیض دیتے،

بار بار کھانے پر دھیان فرماتے۔کھانے کی چیز پر فیض کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔بابا جان صدیق ڈار صاحبؒ گھٹنوں کی شدید تکلیف کے باوجود سلسلہ کے فروغ کے لئے ہر وقت سرگرم رہے گولیاں (Pain Killer) کھا کر حلقہ کی تعلیم کو عام کرتے رہے حتیٰ کہ گولیوں کے کثرت استعمال سے گردے فیل ہوگئے جو جان لیوا ثابت ہوئے۔ایسے ہی نہیں ان کے مقام ومرتبہ بلند ہوگیا۔آج ہم اپنے دادا کو بھول چکے ہیں لیکن ان بزرگان نے اور ان کی تعلیم نے زندہ رہنا ہے۔ ہم روزان کیلئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔آج ہم نے ایصال ثواب کی محفل سجائی ہے۔

اب بابا جی (موجودہ شیخ سلسلہ) اپنی نجی مصروفیات کو چھوڑ چھاڑ کر مرکز پر راہِ سلوک کے مسافروں کی راہنمائی کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں۔یہ سب سے بڑی ہجرت ہے۔اللہ تعالیٰ نے بابا جانؒ کو پیار وخلوص روحانیت کی امانت دی تھی انہوں نے ہمارے حوالے کردی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں دماغ دیا ہے، صحت دی ہے، دیگر صلاحیتیں دیں ہیں، لیکن ہم انہیں کہاں خرچ کررہے ہیں؟۔خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت دی ہے، تو اس کو اپنی قوم کے مفاد میں خرچ کردو اور کوئی صلاحیت دی ہے تو اس کو قوم کے مفاد میں لگادو۔ ہم دنیا کے معاملات ہمہ تن مصروف ہیں لیکن چاہیے یہ کہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ سے تعلق کو قائم کیا جائے۔ہر معاملہ میں سلسلہ کی تعلیم مقدم رہے۔آپ اپنی زندگیوں میں تبدیلی لائیں اور اپنے متعلقین کی بھی زندگی میں اس آفاقی تعلیم کے ذریعے انقلاب پیدا کریں۔ان سے پیار بانٹیں۔ آپ پہلے سے زیادہ تعلیم پر شدّ ومدّ سے عمل کریں۔ان بھائیوں سے التماس ہے جو حلقے میں پیچھے پیچھے رہتے ہیں وہ آگے آئیں، سستی کی چادر کو اُتار پھینکیں اور عمل کے میدان میں آئیں۔ عمل کرنے والوں کی یہاں بھی قدر ہے وہاں بھی تکریم ہوگی۔بابا جانؒ نے آخر دم تک عمل، عمل، عمل، عمل پر زور دیتے رہے۔ہر تو حیدی بھائی اپنے گھر میں سلسلہ کی کتب کا سیٹ رکھے اور احباب کو تحفے میں دے۔گاہے بگاہے تعلیم کو ازبر کرتے رہیں اور بزرگوں اور بھائیوں کے ساتھ برابر رابطہ رکھیں۔یادرکھیں! عمل کریں کہ کسی وقت بھی انسان کی زندگی کا دیا بجھ سکتا ہے پھر پچھتاوا کسی کام نہیں آئے گا۔

قبلہ باباجان اور تمام حاضرین نے احمد رضا خان کی تقریر کو بہت زیادہ پسند فرمایا اور ان کے نرم اور دل نشین لہجہ کی بے حد تعریف فرمائی۔

ملتان کے بھائی فیصل خان صاحب نے اپنی گفتگو میں قبلہ ڈار صاحب سے اپنی ملاقاتوں اور ان سے وابستہ بہت سے واقعات کو توحیدی بھائیوں کی سماعت کی نذر کیا۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں قبلہ ڈار صاحبؒ کی سلسلہ اور مریدین سلسلہ کے لیے بے لوث محبت کا بطورِ خاص ذکر کیا۔

آخر میں شیخ سلسلہ جناب قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی نے عمل کی ضرورت کے عنوان کے تحت اظہارِ خیال فرمایا انہوں نے فرمایا کہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی ممکن ہے صرف زبانی کلامی بات چیت سے بات نہیں بنتی انہوں نے صحابہ کرام اور اپنے اسلاف کی حیات مبارکہ کی مثال دیتے ہوئے عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ جب حیات تھے، آپؒ نے فرمایا کہ حلقہ ذکر کے بعد کسی بھائی کی ڈیوٹی لگا دیا کریں جو کچھ نصیحت، تذکیر اور سلسلہ کی تعلیم پر گفتگو کیا کرے۔ چنانچہ ایک بھائی کو عمل کے موضوع پر بولنے کی ڈیوٹی سونپی گئی۔ اس بھائی نے آئندہ حلقہ میں ذکر کے بعد گفتگو کی تو آپؒ بہت خوش ہوئے اور شاباش دی کہا کہ بہت اچھا ہے ایسا ہوتا رہنا چاہیے۔ ہمارے اسلاف نے تو عمل کر کے کامیابیاں حاصل کیں۔ ایک مرتبہ کئی دنوں کے محاصرہ کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ دشمن اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمتی اور صلح کے لئے مذاکرات شروع ہو گئے۔ دشمن کے ایک سپاہی نے کہا چلو اچھا ہوا صلح صفائی سے پرامن طریقے سے معاملہ طے پا گیا ورنہ ہمارا قلعہ بہت مضبوط تھا اس کو فتح کرنا آسان نہیں تھا۔ یہ بات، ساتھ ہی موجود ایک تابعی نے سنی اور اُٹھے اور بولے کہ کیا کہا آپ نے؟ آپ کا قلعہ بہت مضبوط تھا پھر انگلی دیوار کی طرف اُٹھائی اور دیوار ٹوٹ گئی پھر فرمایا کیا یہ ہے آپ کا قلعہ! ایسے قلعے تو ہم صرف توجہ اور ارادہ سے گرا دیں۔ ہم اپنی قوم کو بے عمل نہیں کرنا چاہتے۔ عمل کرنا سکھایا ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ اور قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ عمل کرنے کے لئے قرآن سے ماخوذ کتب مدوین کر دیں ہیں، بس آپ ان پر عمل

کرنا شروع کردیں، آپ کا سلوک دنوں میں طے ہوجائے گا۔ ہمیں انہوں نے عالمگیر محبت کا درس دیا ہے۔ اللہ سے پیار کرنا ہے تو اس کی مخلوق سے پیار کرو، گھر والوں کے بعد پیر بھائیوں سے سگے بھائی سے بڑھ کر پیار کرنا ہے۔ ان سے پیار بے لوث اور اللہ کی رضا کی خاطر ہوگا۔ انصاری صاحبؒ کے دور میں پیر بھائی کو دور سے دیکھتے تو خوشی سے ان کی طرف لپکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج بھی بھائی ایسے ہی ہوجائیں، اس کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ میں نے رمضان میں افطاریاں کرانے کی ترغیب دی، مقصد صرف باہمی میل ملاقات اور رابطہ قائم کرانا تھا۔ ملنے جلنے سے پیار بڑھتا ہے۔ آپ بھی خوب گھل مل جایا کریں، ایک دوسرے کو تحائف دیں جس سے پیار بڑھتا ہے جو خالص اللہ کی رضا کیلئے ہو۔ اس سے روحانیت بھی بڑھے گی۔ مزید آپ نے فرمایا کہ قبلہ انصاریؒ کے دور میں کوئی برسی نہیں منائی گئی اسی طرح قبلہ صدیق ڈار صاحبؒ نے بھی اپنے مرشد کی برسی نہیں منائی، تو حیدی بھائیوں کی زبان پر برسی کا نام نہیں آنا چاہیے، اس میں فضول باتیں، رسمیں جاری ہوجاتی ہیں ہاں! ایصال ثواب ضرور کریں اور مزار پر اجتماعی طور پر فاتحہ خوانی، قرآن خوانی اور قوالی منع ہے۔ فاتحہ اور ایصال ثواب کریں ٹھیک ہے۔ وہ بھی انفرادی طور پر۔ آخر میں ختم پاک راولپنڈی کے بزرگ بھائی پیر خان توحیدی نے پڑھا جبکہ شیخ سلسلہ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے وصال پا جانے والے بزرگوں کی ارواح کے لیے ایصال ثواب کیا اور تمام توحیدی بھائیوں کیلئے تمام عالم اسلام کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ اس پروگرام میں بھائیوں کی ضیافت کا اہتمام قبلہ ڈار صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے محترم جناب بریگیڈیئر حامد محمود ڈار صاحب نے کیا تھا جس میں بھائیوں کو بہترین ظہرانہ پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور پھر شیخ سلسلہ سے الوداعی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو بھائیوں کی روانگی تک جاری رہا۔ پروگرام کے انتظامات کی ذمہ داری محمد ریاض، احمد رضا خان، سید قیصر شاہ، ماجد محمود، محمد انور، خالد محمود اور حافظ محمد یٰسین نے خوب نبھائی۔ اس طرح اللہ والوں کا یہ آپس میں ملنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی تڑپ کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور بھائی اللہ کی محبت اور آپس کے باہمی پیار کے جذبات کے ساتھ روانہ ہوئے۔

اسلام کا تصوّرِ اخلاق، قرآن وسنت کی روشنی میں

(حمید اللّٰہ شاہ ہاشمی)

اخلاق حسنہ کی دعوت وتعلیم بھی قرآن مجید کا خاص الخاص موضوع ہے اور یہ بات صرف عقیدت مندانہ نہیں، بلکہ خالص علمی اور تحقیقی بھی ہے کہ اخلاق کے بارے میں قرآن کی تعلیم اتنی جامع ایسی معتدل اور انسانی فطرت کے اس قدر مطابق ہے کہ اگر انسان اس پر عامل ہوجائے اور اپنی زندگی کے اخلاقی پہلو کو قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم وہدایت کا پابند بنالے تو وہ انسان کی صورت میں رحمت کا فرشتہ ہوگا اس کا مکمل نمونہ خود رسول اللہﷺ کی ذات اقدس تھی، حضرت عائشہؓ کا مشہور ارشاد ہے۔ "آپ کے اخلاق وہی تھے جو قرآن کی تعلیم ہے۔"

اسلامی اخلاق کے چھ زینے قرآن کریم کی روشنی میں بیان کئے گئے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان کا اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور ظلم سے منع فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔"

اسلامی اخلاق کا پہلا زینہ قرآن کی روشنی میں عدل ہے۔عدل کا معنیٰ ہے برابری کرنا۔ کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔شاہ ولی اللہ کی رائے تو یہ ہے کہ چار اصول تو ایسے ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاء علیہم السلام نے دی ہے۔ ہماری شریعت میں یہ اصول رائج ہیں۔ پہلا اصول طہارت یعنی پاکیزگی، دوسرا اخبات یعنی عجز وانکساری۔تیسرا سماحت یعنی رذیل اخلاق سے پرہیز ہے اور چوتھا اصول عدل ہے۔

اسلامی اخلاق کا دوسرا زینہ احسان ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپﷺ سے سوال کیا۔احسان کیا ہے؟ رسول اللہﷺ نے جواب دیا۔"اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم اس یقین کے ساتھ عبادت کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار احسان کرنے کا حکم دیا اور احسان کرنے والے کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں۔سورہ البقرہ میں ہے۔"اور احسان کیا کرو اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

سورہ البقرہ میں ہے۔"اور احسان کرنے والوں کو ہم اور بھی بہت کچھ دیں گے"۔

سورہ المائدہ میں ہے۔"بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں سے پیار کرتا ہے"۔

اسلامی اخلاق کا تیسرا زینہ وہ یہ کہ قرابت داروں اور رشتہ داروں کو کچھ دیا جائے۔

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا: "اور ہم قرآن سے وہ چیز اتارتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کیلئے تو وہ خسارہ ہی خسارہ ہے"۔

اسلامی تصورِ اخلاق:

نیکی ،شرافت ،خدمتِ خلق ،خوش اخلاقی ،خوش مزاجی اور دیانت داری ،انصاف پروری کے وہ کام جن کے پیچھے صرف اور صرف نیکی کا جذبہ اور اپنے خالق و مالک ربّ العالمین کو خوش کرنا ہو۔اسلامی اخلاق کہلاتا ہے۔ایسے اخلاق کے حامل شخص کے ذریعے بنی نوع انسان کو بے لوث اور بے ریا مفادات آرام میسر آتا ہے اور کسی کی دل آزاری اور مال کا نقصان وغیرہ کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔دراصل یہی اخلاق ،اخلاق ہوتا ہے جو انسانیت کا شرف اور اعزاز ہے اور یہی خالق ارض وسماں کو مطلوب ومحبوب ہے اسی اخلاق کے بدلے انسان کو قیامت کے دن اجر و ثواب اور انعام و اکرام ملے گا۔یہ وہ وقت ہوگا جبکہ ہر شخص "نفسی نفسی "پکار رہا ہوگا اور کوئی کسی کا پرسان حال اور معاون مددگار نہ ہوگا۔

اسلامی اخلاق سے متعلق کچھ احادیث :

"فرمایا رحمۃ للعالمینﷺ نے کہ میں اللہ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں"۔(موطا امام مالک)ہمیشہ سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اچھے

اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اس تعلیم کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت ہوئی آپ نے عمل سے اور قول سے جن اخلاق کی تعلیم دی ہے وہی اخلاق سب سے زیادہ بلند اور اعلیٰ ہیں۔ان سے اچھے اخلاق کوئی پیش نہیں کرسکتا۔اخلاق نبوت کو اختیار کرنا ہی صحیح انسانیت ہے "فرمایا معلم الاخلاق نے کہ بلاشبہ میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں" (بحوالہ مسلم عن ابی ہریرہؓ)

حدیث : "فرمایا معلم انسانیت نے کہ بلاشبہ قیامت کے روز سب سے زیادہ چیز مومن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ اس کا اچھا اخلاق ہوگا۔بلاشبہ فحش کو اور بدکلام سے اللہ تعالیٰ کو بغض یعنی دشمنی ہے۔"

حدیث : فرمایا فخر بنی آدم نے کہ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔"

حدیث: "فرمایا حضور انور ﷺ نے کہ سب مومن ایک ہی شخص کی طرح ہیں کہ اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو پورے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔" (بحوالہ مسلم عن نعمان بن بشیرؓ)

حدیث : "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کس چھوڑے اور نہ اس کو حقیر جانے، پھر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے، یہاں ہے، انسان کے برا ہونے کے لئے کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے۔اس کا خون بھی، اس کا مال بھی، اس کی آبرو بھی۔" (بحوالہ مسلم شریف)

مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل نہ کرے، نہ ناجائز طریقے سے اس کا مال لے، نہ اس کی بے آبروئی کرے۔اسلامی اخلاق کا پہلا اصول یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو اس **حدیث** سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہ سب کے لئے پسند ہو، اور جو اپنے لئے اچھا نہیں سمجھتا اس کو دوسروں کیلئے بھی برا سمجھے، مثلاً اگر

اپنے ذمہ کسی کا قرض آتا ہوتو یہ خیال کرے کہ میں قرض چاہتا ہوتا تو جلد وصول کرتا لہٰذا اس کے لئے اسی کو پسند کروں اور جلد ادا کروں اسی طرح اگر کسی پر قرض چاہتا ہوتو یہ سوچے کہ اگر مجھ پر کسی کا قرض ہوتا تو میں مہلت کا خواستگار ہوتا۔

اسلام ہمیں جن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اس کا نمونہ رسول اکرم ﷺ کی ذات میں موجود ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات اطہر کو اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ بنایا۔ آپ ﷺ بےحد خوش خلق اور نرم مزاج تھے۔ کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے اور ہر ایک سے بڑی محبت اور نرمی سے گفتگو فرماتے تھے۔ چہرہ مبارک ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ زبان میں اتنی مٹھاس تھی کہ ملنے والوں کا دل موہ لیتی تھی۔ جو سلیم الفطرت شخص آپ سے ملتا، آپ ﷺ کا ہی ہو کر رہ جاتا تھا۔ قرآن حکیم نے آپ کی نرم مزاجی اور خوش خلقی کی شہادت یوں دی ہے۔

"یعنی اے نبی! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے جو نرم مزاج خوش خلق واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔"

قرآن کریم میں حکم دیا گیا: "یعنی اے مومنو! لوگوں سے خوش کلامی سے پیش آؤ۔"

سلامی اخلاقی قدریں اور اسلامی معاشرہ:

اسلام ایسا دین ہے جو ایک مکمل نظام اخلاق رکھتا ہے اور عقائد و عبادات کے بعد اخلاق پر زور دیتا ہے کیونکہ عقیدہ اور عبادات نفس انسانی کی تطہیر (پاک) کرتے ہیں اور اخلاق انسان کو معاملات زندگی اور حقوق و فرائض کی بجاآوری کا پابند بناتے ہیں اور عادات و اطوار کو جلا بخشنے کا موجب بنتے ہیں۔

اسلام اخلاق پر خوف الٰہی اور آخرت کی جوابدہی کی فکر کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اخلاق "خلق" کی جمع ہے جس کے لغوی معنی عادت یا خصلت کے ہیں۔ بعض علماء خلق کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ "کسی ارادہ کا عادت بن جانا "خلق" کہلاتا ہے۔ اور بعض خلق کی تعریف ان

الفاظ میں کرتے ہیں کہ "انسان کے رجحانات میں سے کسی رجحان کا اپنے دوام وتسلسل کی وجہ سے غالب آجانا خلق کہلاتا ہے۔ گویا بہتر رجحان حسن خلق یا اعلیٰ اخلاق ہے اس کے برعکس اگر رجحان میں خلل اور برائی کا عنصر غالب ہوجائے تو اخلاق بد یا خلق اسفل بنتا ہے۔

اخلاق کی دو قسمیں ہیں اوّل 'اخلاق اعلیٰ' دوئم 'اخلاق بد' (رذیلہ)۔ اخلاق فاضلہ یا فضائل اخلاق میں صدق، صبر، توکل، تقویٰ اور دیگر احسن صفات شامل ہوتی ہیں جبکہ اخلاق رذیلہ یا اخلاق اسفل میں جھوٹ، حرص، حسد، غیبت، چغل خوری، ظلم و زیادتی اور دیگر برے خصائل شامل ہوتے ہیں۔

اخلاق کا تعلق انسانوں کے مابین باہمی تعلقات اور میل جول سے ہے۔ علم الاخلاق اسے کہا جاتا ہے جو فضائل و رذائل کا علم بخشے اور ان کی تفصیلات پر پوری طرح یا مکمل روشنی ڈالے۔ تصور اخلاق دنیا کے ہر مذہب میں پایا جاتا ہے اور سب اس کا ماخذ حکم الٰہی کو قرار دیتے ہیں۔ خواہ ان کا تعین مکمل طور سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اسلام ماخذ حکم الٰہی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کے لئے اندر کی آواز یعنی فطرت یا وجدان یا عقل یا ضمیر کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا منشائے احکام اور کمال اخلاق یہ ہے کہ وہ سمجھ کر ادا کئے جائیں اور ادائیگی احکام کے وقت ضمیر، وجدان، عقل اور فطرت اس میں موجود ہو۔ ان میں جس قدر مطابقت و موافقت زیادہ ہوگی اسی قدر روحانی کمال بہتر حاصل ہوگا اور جس قدر ان میں تضاد یا فقدان پایا جائے گا اتنا ہی کمال اپنے نچلے درجہ میں ہوگا۔ مولانا آزاد ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ "ادیان کا خلاصہ خدا پرستی اور نیکوکاری ہے"۔

اسلامی اخلاق اور عام اعلیٰ اخلاق میں ایک چھوٹا سا فرق ہے۔ عام اعلیٰ اخلاق کی بنیاد انسانیت پر قائم ہے جبکہ اسلامی اخلاق کی بنیاد قرآن و حدیث ہے اور اخلاقی حدود و ضوابط، اسلامی شریعت ہی متعین کرتی ہے جو مستقل اور ناقابل تغیر اصولوں پر قائم ہوتے ہیں۔

اسلام اخلاقیات کو انسانی شعور و ترقی کے لئے بہت ضروری قرار دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ تمام انسانوں کے لئے اخلاق کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"یعنی میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں"۔ایک حدیث شریف ہے کہ "انسانی سعادت خلق ہے اور شقاوت بد خلقی ہے"۔دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے: "عبادات سے حسن خلق افضل ہے"۔

اسلامی اخلاقی قدریں:

اسلامی اخلاقی خصوصیات، حقیقت میں اسلامی اخلاقی اقدار،قدریں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- **رضائے الٰہی کا مقصود:** اسلامی اخلاقی قدر اوّل یہ ہے کہ ہر کام میں خوشنودی و رضائے الٰہی کو مدنظر رکھا جائے اور ان کے سوا کسی قسم کی کوئی اور غرض شامل نہ ہو اور یہ ہی عام اعلیٰ اخلاق اور اسلامی اخلاق میں فرق ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ: "اور جو یہ تمام کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا اجر دیں گے"۔(النساء)۔بلاشبہ ہمارے اخلاق و اعمال اگر رضاالٰہی کے طلب گار ہوں گے تو وہ اپنی حقیقی روح سے بھی خالی نہیں ہوں گے۔جس کے کرنے کا بڑا ثواب اور اجر ہے اور جس کا مقصود اللہ کی خوشنودی ہو اس کے لئے دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے"اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی طلب کیلئے صبر کیا"۔(رعد)

2- **امر بالمعروف و نہی عن المنکر:** اسلامی اخلاق کی قدر دوم یہ ہے کہ نظام زندگی کے قیام میں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔(قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے"۔ یعنی اچھی بات کا حکم دو اور بری بات سے روکو)(لقمان)۔

حقیقت میں یہ مسلمانوں کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کو کسی برائی میں مبتلا دیکھیں یا راہ راست پر چلنے کا خواہاں پائیں تو وہ اس کی مدد کریں لیکن اسلام صرف الفاظ کا مجموعہ یا زبانی ہدایات کا نام نہیں ہے بلکہ وہ عمل کو اوّلین اہمیت دیتا ہے۔اس سلسلے میں بھی ہدایت دینے والے کے لئے لازمی قرار دیتا ہے کہ پہلے وہ باعمل ہو۔قرآن پاک میں ارشاد ہے " کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو "۔

نیکی کا پرچار اور برائی کا خاتمہ انسان کو مختلف دشواریوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے مگر کامیابی اسی کے لئے ہے جو اپنے عزم میں قائم رہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہوتا ہے ۔"اچھی بات بتا اور بری بات سے روک اور جو تجھ پر پڑے اس کو برداشت کر کہ یہ ہمت کے کام ہیں"۔(لقمان)

یہی اخلاقی قدر ہے کہ برائی کے بدلے میں بھی نیکی اختیار کی جائے اور دشمنی کا جواب دوستی میں دیا جائے مگر یہ اس وقت ہی ممکن ہوسکتا ہے جب یہ اخلاقی خوبی انسان میں پورے طور سے موجود ہو۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے ۔"نیکی اور بدی برابر نہیں ،تو برائی کا جواب بہتری سے دے، پھر دیکھ کہ وہ جس کے اور تیرے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسا گہرا دوست اور یہ بات ان ہی کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت (صبر) رکھتے ہیں"۔ (حم السجدہ)

3- **اخلاق کی بالادستی کا قیام:** اسلامی اخلاق کی قدر رسوم اخلاق کی بالادستی کا قیام ہے ۔اسلامی اخلاق کے اصول نا قابل تغیر ہیں جنہیں نہ تو زمانہ اور نہ ہی انسانی فکر تبدیل کر سکتی ہے کیونکہ یہ قدریں مستقل اور دائمی ہوتی ہیں ۔اسلامی اخلاق انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کی تعمیر کرتا ہے لہذا اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں اخلاق کی بالادستی کا ہونا ضروری ہے ۔اسلامی نظام اخلاق کے دو حصے ہیں ۔پہلا اعلیٰ اخلاق سے متعلق اور دوسرا اخلاق بد سے متعلق ہے ۔پہلے حصے میں وہ اخلاق ہیں جن کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں صدق توکل ،صبر ،شکر ،عفو درگزر، تقویٰ ،پرہیز گاری ،استقلال ،سخاوت ،شجاعت ،حلم و وقار ،خوش خلقی ،شیریں کلامی ،مہمان نوازی ،ایثار ،کسب حلال ،میانہ روی ،ایفائے عہد ،اتحاد ،مساوات ،صلح پسندی ،ناپ تول میں ایمانداری ،شرم و حیا ،فسق فجور سے نفرت ،غلاموں ،کمزوروں ،عورتوں کے ساتھ حسن سلوک ،دوسروں کو برا بھلا کہنے ،نام دھرنے اور برے القاب دینے سے اجتناب برتنا ،والدین کی خدمت ،چھوٹوں پر شفقت ،جانوروں پر رحم ،بیماروں کی عیادت ،امیر و امام کی اطاعت شامل ہیں ۔

دوسرے حصے میں برے اخلاق یا بری خصلتیں شامل ہیں جن سے بچنے اور دور رہنے کا

حکم دیا گیا۔اس میں جھوٹ،حسد،ظلم،غرور،تکبر،تہمت،غیبت،وعدہ خلافی،لالچ،بدگمانی،چغل خوری،طعنہ زنی،منافع خوری،رشوت ستانی،شراب خوری،بے حیائی،بدکاری،چوری،ڈاکہ زنی،ناانصافی،تعصب،تنگ نظری،سخت گیری،جھگڑا فساد،والدین کی نافرمانی،انتشار پسندی،تخریب کاری جیسی مذموم باتیں شامل ہیں۔اسلامی اخلاق کی تفصیلات ہمیں آنحضرت ﷺ کے ذریعے بتائی گئی ہیں۔ہمارا فرض ہے کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر خود بھی عمل کریں اور معاشرہ کے دوسرے افراد کو بھی اس کا پابند بنائیں۔اسی طرح جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے خود بھی پرہیز کریں اور دیگر افراد کو بھی اس سے دور رکھیں۔

اسلامی معاشرہ اور اخلاق:

اسلامی معاشرہ کی اساس قرآن وسنت ہے۔اسلامی معاشرہ کا مقصد امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔جو اپنی وسعت میں رنگ ونسل،وطن وزبان سے بلند وبالا ہے۔اس وسعت کو وحدت بخشنے کے لئے اسلام ارکان،عقائد،حقوق فرائض،معاملات اور قوانین کا ایک مربوط لائحہ عمل کا م کرتا ہے تاکہ معاشرہ کے افراد میں تعاون محبت اور خلوص کی راہیں قائم ہوں اور وہ نوع انسانی کی خدمت کر سکیں۔نیز وہ تقویٰ و پرہیز گاری،خدا ترسی،فرض شناسی،پاک دامنی اور عاقبت اندیشی سے کام کریں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"بلاشبہ تم میں معزز ترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"۔(القرآن)

اسلامی معاشرہ کی نمایاں خصوصیات میں عقائد واعمال کی یکسانیت،مساوات،عدل و انصاف،سادہ زندگی،مالی امداد وتعاون،اخلاق وعادات کی تعمیر فکر وعقیدہ کی آزادی بیکار باتوں سے احتراز نیکی کا فروغ اور برائی کی بیخ کنی،مذہبی رواداری،وسعت نظر وعلم،اقتصادی،سیاسی،تمدنی ونسلی آزادی،جہالت اور رسم ورواج کی نفی اور احترام آدمیت شامل ہیں۔

اسلام میں اخلاق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے کیونکہ اخلاق کے ذریعے انسانی

کردار کی تعمیر میں نمایاں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔حضور اکرمﷺ نے فرمایا کہ "بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔(طبرانی) دوسری جگہ فرمایا ""مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے"(ترمذی،ابوداؤد)۔

اسلامی معاشرہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے افراد اپنی نفسانی خواہشات کو حکم الٰہی کے تابع رکھتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کی خصوصیت حضور اکرمﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ظاہر اور واضح ہوتی ہے کہ ""مسلمانوں کے آپس میں رحم وکرم اور میل جول کی تصویر دیکھنی ہو تو وہ خود اس کے اپنے جسم میں نظر آئے گی۔بدن کے کسی عضو کو اگر تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے،نیند جاتی رہتی ہے اور بخار آ جاتا ہے اور جب تک اس عضو کی تکلیف نہ ختم ہو بدن کو چین نہیں آتا" (مشکوٰۃ شریف)۔(بعینہ یہ حال اسلامی معاشرہ کا ہونا چاہیے۔)

حقیقت میں اعلیٰ اخلاقی کردار سے مراد ہے وہ کردار جو فضائل اخلاق سے مزین ہو۔ ""فضیلت ہر وہ علامت ہے جو روح کی عظمت، ذہن کی وسعت، قلب کی گہرائی اور مزاج کی اعتدالیت کو تقویت دے"۔(حجۃ اللہ البالغہ،البدور البازغہ) دراصل یہ وہ خصوصیات ہیں جو مقصد کی آفاقیت کو ظاہر کرتی ہیں لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر وہ علامت جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرے اور حیوان پر انسان کی برتری ثابت کرے وہ اخلاق فاضلہ ہے اور اس کے برعکس ہر وہ علامت جس سے ان صفات کی کمی یا فقدان ظاہر ہو اخلاق بد ہے۔

پس ظاہر ہوا کہ اعلیٰ اخلاقی کردار اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب وہ اخلاق فاضلہ کا پابند ہو اور اخلاق بد سے دور ہو۔ خلق اس ملکہ نفسانیہ کو کہتے ہیں جس سے انسان کا افعال حسنہ کا بجا لانا آسان ہو جاتا ہے۔انسان جب کسی برے کام کا ارادہ کرتا ہے تو نفس لوامہ اسے روکتا ہے اور یہ اندرونی آواز (ضمیر) اس کو بچانے کی کوشش کرتی ہے۔

فکرِ آخرت

(عبدالرشید ساہی)

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم
ادائیں ہیں ان کی بہت دلبرانہ

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں "اے مسلمان! دنیا کی رنگینی اور رعنائی میں گم نہ ہو جانا اور دنیا کی محبت میں کھو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت نہ ڈال دینا ہوشیار رہنا دنیا بڑی پرکشش ہے اس کے فریب میں نہ آ جانا اس دنیا سے اتنا دل نہ لگانا کہ تم اس کی محبت میں ایمان کی دولت گنوا دو اور اللہ تعالیٰ کے مجرم بن جاؤ"۔ علامہ اقبالؒ نے قرآن مجید کی ترجمانی کی ہے بار بار قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے کہ دنیا محض کھیل تماشا ہے اس کی کوئی مشیت نہیں یہ عارضی ہے۔ ایک دن آئے گا کہ اس کھیل تماشا کو ختم کر دیا جائے گا اور پھر روز حساب آئے گا اپنے اپنے کئے کی سزا و جزا ملے گی حقیقی عدالت اس روز لگے گی۔ ہر انسان کے کئے کی وڈیو چلا دی جائے گی کوئی انسان بھی اپنے جرم سے انکار نہیں کر سکے گا اس روز چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی سامنے لائی جائے گی قرآن مجید میں جو خدائی عدل کا سسٹم بتایا گیا ہے اگر انسان اس کو ذہن نشین کر لے تو دنیا بہشت کا نمونہ بن جائے یہ جو اسلام کا نظام ہے اس کو خود ربِ کبریا نے پسند فرمایا اور اپنے حسین ترین محبوب ﷺ کو عطاء فرمایا جو کہ ہمیں پسند نہیں آ رہا بڑے افسوس کا مقام ہے کہ حکمران اس نظام کو نافذ کرنے سے کتراتے ہیں۔ حالانکہ اس نظام میں حقیقی معنوں میں امن و سکون ہے۔ دراصل جس ہستی نے یہ جہاں بنائے ہیں ان کے انتظام کے لئے قانون بھی صرف اور صرف اسی کا ہو گا تو یہ نظام کائنات ٹھیک لائنوں پر چلے گا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ پیوند بتان وہم و گماں لا الٰہ اِلّا اللہ

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں یہ مال و دولت جو کہ انسان ہر جائز و ناجائز طریقہ سے اکٹھی کر رہا ہے اور یہ جو رشتے بظاہر ہم قربت کے لئے بنا رہے ہیں یہ سارے ہی وہم و گماں کے بت ہیں حقیقی معنوں میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی بقاء ہے۔قرآن پاک کی سورہ رحمٰن میں ارشاد ہے ۔"ہر چیز فنا ہو جائے گی اور دوام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے"۔ دنیا والو! مسلکوں کے جھگڑے چھوڑ کر کلمہ طیبہ پر ایک ہو جاؤ اُمت واحدہ بن جاؤ۔اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔

جب انسان کی روح اس مادی وجود کو چھوڑ جائے گی دنیا سے رشتہ کٹ جائے گا مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے گی اور روح چونکہ اَمرِ رَبّی ہے یہ حقیقی مالک کی طرف لوٹ جائے گی وہاں جا کر مال کام آئے گا نہ اولاد اور نہ رشتہ دار و قرابت دار کام آئیں گے وہاں انسان کو اپنے کئے کا حساب دینا ہو گا اللہ تعالیٰ کے حسین و جمیل محبوب ﷺ نے فرمایا : "کتنا بد بخت ہے وہ انسان جو کسی کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنی عاقبت برباد کر لیتا ہے"۔ ہم دنیا میں لوٹ مار کرتے ہیں بد دیانتی سے کام لیتے ہیں لوگوں کے حق چھین لیتے ہیں ناحق مال غصب کر لیتے ہیں کہ ہماری اولاد کے کام آئیں گے مگر محشر جب لگے گا ہر جرم کے کئے کی سزا انسان کو بھگتنی پڑے گی۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

دنیا امتحان گاہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور کے ساتھ زندگی عطا فرمائی ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا رہا ہے اور کون برے۔یہ کبھی نہیں ہو گا کہ قادر مطلق برائی کرنے والے کو جنت میں اور نیکی کرنے والے کو دوزخ عطا کر دے۔یہ نظریہ بالکل غلط اور فضول ہے وہ تو عادل حقیقی ہے اصل انصاف صرف اور صرف اسی کی ذات پر موقوف ہے۔دنیا میں تو عدل نہ ہونے کے برابر ہے۔یہاں جنگل کا قانون ہے یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ انصاف کرنے والے کو محبوب بنا لیتا ہوں لیکن زرّ و جواہر کی چمک عادل کو عدل نہیں کرنے دیتی، انصاف قیمتاً بک رہا ہے حق دار حق کے حصول کے لئے

عدالتوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں مگر انصاف ندارد۔عدل کی مسندوں پر بیٹھے لالچی انسان بھول گئے ہیں کہ یہ کرسیاں ہمیں خدا تعالٰی نے عنایت کی ہیں اس کا شکر ادا کریں اور انسانیت کو انصاف دے کر ہم اللہ کے محبوبوں میں اپنا نام درج کروالیں۔یہاں تو عدالتوں میں یہ عالم ہے کہ ہر سائل آواز لگا رہا ہے انصاف تو کہاں ہے؟ کوئی جائز کام بھی مٹھی گرم کئے بغیر نہیں ہو رہا ہے۔

آج کل پتھر اور لکڑی کے بت تو نہیں ہیں بلکہ طمع اور لالچ کے بت عام ہیں سمجھ نہیں آتی ہم کس اسلام اور کس عشق رسول ﷺ کی بات کرتے ہیں اسلام میں تو قانون ہے کہ نہ کسی کا حق کھاؤ اور نہ ہی کسی اور کو اپنا حق کھانے دو۔

اللہ تعالٰی نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے سورہ انعام آیت نمبر 151

"اور حکم کیا کہ میری بتائی ہوئی راہ سیدھی ہے سو اس پر چلو اور مت چلو اور رستوں پر اور وہ تم کو جدا کردیں گے اللہ کے راستہ سے یہ حکم کردیا ہے تم کو تا کہ تم بچتے رہو یعنی پرہیز کرو"۔

علامہ اقبالؒ نے بھی قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ اللہ تعالٰی نے دنیا کی چمک اور کشش میں کھو جانے سے منع فرمایا ہے اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔اللہ تعالٰی انسان کے سب سے بڑے محسن اور خیر خواہ ہیں اسی لئے انہوں نے اپنے ذمہ رحمت لکھ رکھی ہے انسانوں کی فلاح اور بہتری کے لئے اللہ تعالٰی نے اپنے پیارے رسول اور نبی مبعوث فرمائے آسمان سے حکم نامے ارسال کئے تا کہ انسان اپنے ربّ کو پہچان کر اس کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کرکے کامیاب و کامران ہو جائے۔14 اگست کے دن کو ہم پاکستانی لوگ یومِ آزادی کا دن کہہ کر پکارتے ہیں۔ہندوستان کے مسلمانوں نے بے پناہ قربانیاں دے کر انگریز اور ہندو بنیوں سے آزادی حاصل کی جو لوگ اس وقت بالغ تھے اور باشعور تھے وہ بتاتے ہیں کہ آزادی حاصل کرنے کے دوران جتنا نقصان ہوا اس کا ٹھیک طور پر اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔قتل و غارت ہوئی عصمتیں لٹیں۔معصوم بچوں کو نیزوں پر چڑھایا گیا۔کئی سہاگنیں بیوہ ہوئیں۔اور معیشت کا جو نقصان ہوا اس کا بھی حساب نہیں کیا جا سکتا۔چاہیے تو یہ تھا کہ جن اذیت ناک حالات سے گزر کر

ہم نے آزادی کی نعمت حاصل کی ،ہم اس کی قدر کرتے ،مگراس کاالٹ ہوا۔ہواو ہوس نے اندھا کر دیا۔دنیا کی ہوس اور زر کی چمک نے شعور چھین لیا 68 سال ہو چکے ہیں آزادی کو حاصل کئے مگر ملکی صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔سب سے اوّل بات تو یہ ہے کہ آج تک ہم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس خطہ پر اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہی نافذ نہیں کر سکے۔آپ خود ہی اندازہ لگائیں جب تک اللہ تعالیٰ کی بنائی زمین پر اس کا اپنا بنایا طرز حکومت نافذ نہیں ہوگا انصاف کیسے ہوگا۔ظلم کیسے ختم ہوگا اور جتنی بھی برائیاں معاشرہ میں پائی جاتی ہیں وہ کیسے دور ہونگی۔زندگی کے سب معاملات میں ہماری بے عملی صاف نظر آ رہی ہے چاہے وہ دنیا کے کام ہیں چاہے دین کے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ۔۔۔ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اللہ کرے ہم باعمل ہو جائیں تو یہ معاشرہ جنت نظیر بن جائے جب اسلام اپنی عملی تصویر میں نافذ ہوگا تو ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔جب یوم حشر پیش نظر رہے گا تو ہر سو امن ہی امن ہوگا اس وقت تو یوم حساب آنکھوں سے اوجھل ہے۔

میرے پیرو مرشد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ اللہ تعالیٰ ان پر کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں کا سایہ اور ان کے سارے قبیلے،خاندان پر اپنے فضل خاص کی نظر رکھے۔آمین۔جتنا مواد انہوں نے انسانیت کی اصلاح کے لئے تحریر کر دیا ہے وہ بہت بڑا علمی اور روحانی خزانہ ہے جو کتاب "مقصودِ حیات" کے نام سے مرتب ہوئی اس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم یعنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا فرمایا اور پھر اس کے اندر اپنی روح کا فیض ڈالا اور اس کو علم الاشیاء عطا فرما کر مسجودِ ملائک کا اعزاز عطا فرمایا ان خصوصی فضائل کے ساتھ ساتھ اس پر ایک بھاری ذمہ داری بھی ڈالی گئی ایک امانت جس کو اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں نے گریز کیا اسے انسان کی خطر پسند طبیعت نے قبول کر لیا اس طرح اس نے اپنے آپ کو اعمال کا ذمہ دار اور جزا و سزا کا مستحق ٹھہرا لیا۔اسی طرح زندگی اس کے

لئے آزمائش وابتلا کا دور بن گئی جس میں مادّی لذّت اور نفسانی خواہشات کی دلفریبی، متاعِ دنیا کے دھوکوں اور اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کے صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے اس کی محبت کو کمال تک پہنچانا اور اس کا قرب و دیدار حاصل کرنا ہے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ صراطِ مستقیم کسی پگڈنڈی یا لکیر کا نام نہیں بلکہ یہ شاہراہ حیات ہے جسے "قصد السبیل۔ کہا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے، بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے والی راہ ہے اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں نے اسی راہ پر چلنے کی دعوت دی اللہ تعالیٰ کے تمام انعام یافتہ لوگ اسی راہ پر چلے۔ سورہ یٰسین کی آیت نمبر 60 اور 61 ہے۔ "اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا کہ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ بندگی میری ہی کرنا یہی صراطِ مستقیم ہے"۔ لیکن اولادِ آدم کا کیا ہی کہنا ہے کہ اس میں سے ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صاحبِ ارادہ آزادی کو مادر پدر آزادی سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو بھلا کر صرف اسی دنیا کے ہوکر رہ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا آپ بھلا دیا۔

دوسرے گروہ کے لوگ وہ ہیں جو کہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تمام معاملات میں ڈرتے ہیں تقویٰ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ آئین کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں وہی کامیاب لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سارے فضل و کرم کے وہی حق دار ہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی میں زندگی گزارنے کا نام ہی صراطِ مستقیم پر چلنا ہے اور بندگی کا کمال ہی انسانیت کی معراج ہے۔ سب سے اعلیٰ اور اونچا مقام "عبدیت" ہے جس پر ہمارے آقا و سردار نبی رؤف الرحیم ﷺ فائز ہیں ہم کو اس حقیقت کی گواہی دینا ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین آیت نمبر 2 اور 3 میں فرمادیا: "بے شک آپ ﷺ پیغمبروں میں سے ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہیں اللہ تعالیٰ کو ملنے کا ایک ہی راستہ ہے جو راستہ نبی مکرم ﷺ نے اختیار فرمایا۔

مکتوبات امامِ ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا محمود اشرف عثمانی)

ذکر سے مقصود غفلت کو دور کرنا ہے (مکتوب 242)

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے اپنے اعمال کو قاصر اور نیتوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس دید کو زیادہ کرے اور اس الہام کو کامل کرے۔ کیونکہ اس راہ میں یہ دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم ذات کا شغل کہاں تک ہے؟ اور اس مبارک کی مداومت سے کس قدر پردے دور ہوتے ہیں؟ اور نفی و اثبات کی نہایت کہاں تک ہے اور اس کلمہ متبر کہ سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں؟۔

جاننا چاہیے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے خواہ ابتداء میں ہو، خواہ انتہا میں، اس لئے ظاہر سب وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا، وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دور نہ ہو جائے، تب تک ذکر کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

ہاں اس قدر رہے کہ ابتداء میں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہا میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دور ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

نماز باجماعت آدابِ ظاہری و باطنی کے ساتھ ادا کرنا (مکتوب نمبر 69)

صحیفہ شریفہ جو آپ نے ارسال کیا تھا پہنچا۔ یاروں کی ثابت قدمی اور استقامت کا حال پڑھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔

زادکم اللّٰہ سبحانہ ثباتا و استقامة

"اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ سے زیادہ ثابت قدمی اور استقامت عطا فرمائے"۔

آپ نے لکھا تھا کہ خادم جس امر کے بجالانے کے لئے مامور ہے مع ان یاروں کے جو داخل طریقہ ہیں، ہمیشہ بجا لاتا ہے اور پانچ وقتی نماز کو پچاس ساٹھ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے۔اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ باطن ذکر الٰہی سے معمور رہو اور ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ ہو۔چونکہ اکثر لوگ اس زمانہ میں نماز کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔اور طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش نہیں کرتے۔اس لئے اس بارے میں بڑی تاکید سے لکھا جاتا ہے۔غور سے سنیں۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ چوروں میں سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز سے کس طرح چراتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے دیکھا کہ رکوع سجود پورا نہیں کرتا۔تو فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمد ﷺ پر تیری موت نہ ہوگی۔یعنی تو دین محمد ﷺ کے برخلاف کریگا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی جب تک رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے اور اس کا ہر ایک عضو

اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پشت کو درست نہیں رکھتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز تمام نہیں ہوتی۔

حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے دیکھا کہ احکام وارکان وقومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن تو میری امت میں نہ اٹھے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا اس مرد کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ چالیس سال سے فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مر گیا تو نبی ﷺ کی سنت پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندہ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجالاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ وہ نماز اپنے نمازی پر دعا کرتی ہے اور کہتی ہے:

"اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی"۔

اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔ فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے۔ وہ نماز اس نمازی پر بددعا کرتی ہے اور کہتی ہے:

"اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا"۔

پس نماز کو پوری طرح ادا کرنا چاہیے تعدیل ارکان رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ اچھی طرح بجالانا چاہیے۔ دوسروں کو بھی فرمانا چاہیے کہ نماز کو کامل طور پر ادا کریں اور طمانیت اور تعدیل

ارکان میں کوشش کریں ۔کیونکہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ متروک ہورہا ہے ۔اس عمل کا زندہ کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہید کا ثواب ملتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے وقت صفوں کو برابر کرنا چاہیے ۔نمازیوں میں سے کوئی شخص آگے پیچھے کھڑا نہ ہو ۔کوشش کرنی چاہیے کہ سب ایک دوسرے کے برابر ہوں ۔

رسول اللہ ﷺ اول صفوں کو درست کرلیا کرتے تھے پھر تحریمہ کہا کرتے تھے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صفوں کو درست کرنا نماز کی اقامت ہے ۔

"یا ربّ! اپنے پاس سے تو ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں سے ہدایت ہمارے نصیب کر"۔

دعائے مغفرت

چوک اعظم سے بھائی شاہد صاحب کے کزن علی شان

ملتان سے سید محمد امین شاہ کا نومولود نواسہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں ۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
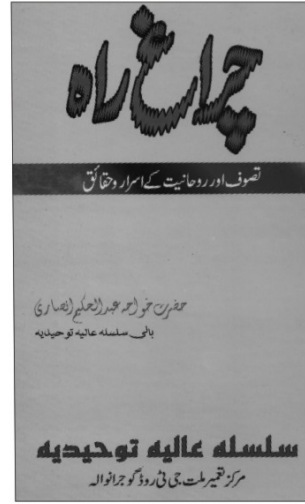
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔